خطبہ نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

سوموار 11 اپریل 2022ء | 09 رمضان 1443 ہجری قمری | 11 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:87

ارشاد باری تعالیٰ

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

(البقرہ: 185)

ترجمہ:۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

فرمانِ رسول ﷺ

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتُفْطِرُ فِىْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَقْدِرُ عَلٰٓى أَنْ تَقْضِيَهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَأْتِىَ شَعْبَانُ

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں روزہ چھوڑتی تو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ان کو اس روزہ کی قضاء کرنے کا موقع ہی نہ ملتا، یہاں تک کہ شعبان کا مہینہ آجاتا۔ (اور پھر شعبان میں چھوٹے ہوئے روزے پورے کرتیں)

(صحیح مسلم، کتاب الصیام باب بَابُ قَضَاءِ رَمَضَانَ فِي شَعْبَانَ)

فرمانِ خلیفۂ وقت

پس فدیہ عارضی مریض بھی دے سکتے ہیں اور پھر سفر ختم ہونے پر، صحت ہونے پر روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس سے ثابت ہوتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو صحت پاکر روزے رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں ان کے لیے صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو ایسی صحت ہے جو صحت رمضان کے بعد پالی یا رمضان میں بیمار ہوئے تو بعد میں صحت یاب ہو گئے۔ اگر وہ صرف یہی کہہ دیں کہ ہم نے رمضان میں روزے نہیں رکھے اور فدیہ دے دیا تھا۔ تو یہ تو اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ بلاوجہ کی اجازت کے راستے کھولنا ہے۔ غلط بدعتیں پیدا کرنا ہے۔ اگر رمضان میں فدیہ دے بھی دیا ہے تب بھی رمضان کے بعد پھر روزے رکھنے ضروری ہیں۔ سال کے دوران کسی وقت بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہاں مستقل مریض، دودھ پلانے والی عورتیں، حاملہ عورتیں جو ہیں ان کے لیے اس حالت میں کہ اس پر سال گزر جائے صرف فدیہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن فدیے کے ساتھ اس مہینے میں عبادتوں اور ذکر الٰہی اور دوسری نیکیوں کو جاری رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ فدیہ دے دیا تو ہر چیز سے ہم فارغ ہو گئے۔ اگر روزے نہ بھی رکھ رہے ہوں اور فدیہ دے دیں اور باقی نیکیاں جاری رکھیں تو یہ بھی رمضان کا فیض پانے والے ہوں گے صرف فدیہ دے کر نمازوں کو بھول جانا اور دوسری نیکیوں کو بھول جانا یہ صرف مومن نہیں بنا دیتا، حقیقی مومن نہیں بنا دیتا، رمضان کی برکات میں حصہ دار نہیں بنا دیتا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 433)

پھر اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جو بھی بقیہ صفحہ 12 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

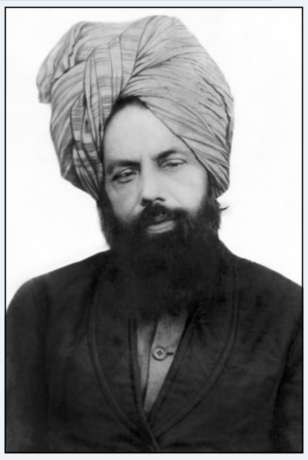

فدیہ دینے کی کیا غرض ہے؟

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 258-259 ایڈیشن 1984ء)

فدیہ کسے دیں؟

سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 135 ایڈیشن 1988ء)

ایک شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مَیں نے آج تک روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں؟ فرمایا:

’’خدا ہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے ضرور رکھوں گا‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 639 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- ماہ مبارک (منظوم)
- روحانی اور مادی بہار کے باغیچے کے کھلتے پھول
- ایم ٹی اے العربیہ کیلئے حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ کا بصیرت افروز پیغام
- دُعاء، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- چند امرائے جماعت کا ذکر خیر
- جلسہ یوم مصلح موعود، جماعت احمدیہ یونان

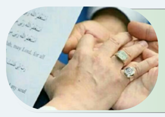

دربارِ خلافت

جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا خدا اُسے مصیبت کے وقت میں نہیں بھلاتا

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس کے حوالے سے جو خطبہ کے ابتدا میں ہی مَیں نے پڑھا تھا، یہ بتایا تھا کہ دعا کیا ہے؟ دعا سے کس طرح تسلی اور سکینت ملتی ہے؟ دعا کی فلاسفی کیا ہے اور کس طرح مانگنی چاہئے؟ یعنی دعا مانگنے کا معیار کیا ہے جو ایک مومن کو اختیار کرنا چاہئے۔

اصل میں تو دعا کی یہ روح اور فلاسفی قرآنِ کریم کی ہی بیان فرمودہ ہے، اُس میں بیان ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر کھول کر ہمارے سامنے بیان فرمائی۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اور ارشادات بھی ہیں جو بڑے مختصر ارشادات ہیں لیکن دعا کرنے اور دعا کی حقیقت جاننے کے ایسے طریقے اور اسلوب ہیں جن پر عمل کر کے ایک انسان خدا تعالیٰ کا قرب پانے والا اور دعا کی حقیقت جاننے والا بن جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں کہ:

’’دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 21 ایڈیشن 2003ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس پر قائم ہونے کے لیے کہتے ہیں۔ کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لیے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 33 ایڈیشن 2003ء)

یعنی فطری جوش ہے جو بندے اور خدا کے تعلق کو قائم کرتا ہے اور اُس کو مضبوط کرتا ہے۔ پس اس فطری جوش اور مکمل طور پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ فطری جوش بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے پیدا ہو گا۔

پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔ ’’دعاؤں میں جو رُو بخدا ہو کر توجہ کی جاوے تو پھر ان میں خارق عادت اثر ہوتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دعاؤں میں قبولیت خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے اور دعاؤں کے لیے بھی ایک وقت‘‘ (ہوتا ہے) ’’جیسے صبح کا ایک خاص وقت ہے۔ اس وقت میں خصوصیت ہے وہ دوسرے اوقات میں نہیں۔ اسی طرح پر دعا کے لیے بھی بعض اوقات ہوتے ہیں جبکہ ان میں قبولیت اور اثر پیدا ہوتا ہے‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 309 ایڈیشن 2003ء)

ہر کام میں صبح کے وقت تازہ دم ہو کر جو کام انسان کرتا ہے اُس کے نتائج بہترین ہوتے ہیں۔ آجکل کے ان لوگوں کی طرح نہیں جو ساری رات یا رات دیر تک یا تو انٹرنیٹ پر بیٹھے رہتے ہیں یا ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں یا اور دنیاوی کاموں میں ملوث رہتے ہیں۔ اُن کی رات کو نیند پوری نہیں ہوتی۔ صبح اُٹھتے ہیں تو ادھ پچدّی نیند کے ساتھ، اُس میں نماز کیا ادا ہو گی؟ اور ان کے دوسرے کاموں میں کیا برکت پڑے گی۔ ہر شخص چاہے دنیا دار بھی ہو اپنے بہترین کام کے لئے تازہ دم ہو کر کام کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ پوری توجہ سے کام ہو۔ اُس کام کے بہترین نتائج ظاہر ہوں۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس طرح تمہیں یہ بھی تلاش کرنا چاہئے کہ تمہارے دعاؤں کے بہترین اوقات کیا ہیں؟ وہ کیفیت کب پیدا ہوتی ہے جب دعا قبول ہوتی ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ کا رحم ہے اُس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی پر مصیبت وارد ہوتی ہو تو وہ ڈرے۔ جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا خدا اُسے مصیبت کے وقت میں نہیں بھلاتا۔ اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جب عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعاؤں میں مصروف رہتا ہے، صدقات دیتا ہے اور امر الٰہی کی تعظیم‘‘ (یعنی جو حکم خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں اُنہیں پورے عزت و احترام کے ساتھ بجالانے کی کوشش کرتا ہے) ’’اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے۔ یہی ہیں جو سعادت کے نشان ہیں۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 539 ایڈیشن 2003ء)

یعنی سعید فطرت کے نیک عمل اُس پھل کی طرح ہیں جو میٹھا ہے اور پُر لذت ہے۔ جس کے پھل کو دیکھ کے سب کہیں، جس کو چکھ کر سب کہیں کہ یہ میٹھا پھل دینے والا درخت ہے۔ شقی وہ بدبخت انسان ہے جس کے عمل نہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے والے ہیں اور نہ ہی اُس کے بندوں کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ گویا کڑوا اور بدبودار پھل دینے والا درخت ہے۔

(خطبہ جمعہ 15؍ مارچ 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ماہ مبارک

(کلام حافظ سلیم احمد اٹاوی)

مبارک ماہ جس میں حق تعالیٰ کا کلام آیا
مسلمانو! مبارک ہو وہی ماہ صیام آیا

فلک پر دیکھ کر جس کو زباں سے مرحبا نکلا
زمیں پر رحمت حق لے کے وہ عالی مقام آیا

تھا جس کا انتظار اک سال سے سب بادہ خواروں کو
خدا کا شکر ہے، یارو کہ گردش میں وہ جام آیا

جو سر تن سے جدا کرتا ہے رجس وفسق و باطل کو
وہ اپنے ہاتھ میں پھر لے کر تیغ بے نیام آیا

زمین پر روزہ رکھ کر اقتداء کرتے ہیں جس کی ہم
ہلال نو کی صورت میں فلک پر وہ امام آیا

امیروں پر غریبوں پر نوازش اور کرم کرنے
خدا کی رحمت خاص آئی اس کا لطف عام آیا

جو بھوکوں اور پیاسوں پر ترس کھاتے نہیں ان سے
مہ نو صورت خنجر ہے لینے انتقام آیا

قیامت تک رہے گی جس کی دنیا میں ضیاء باری
وہ نور آخری لے کر مرا ماہ تمام آیا

نہ کیوں بھیجوں درود اس ذات عالی پر میں اے حافظ!
رسول پاک کی جانب سے ہے جس کو سلام آیا

(روزنامہ الفضل قادیان مورخہ 19؍ جنوری 1933ء)

اداریہ

روحانی اور مادی بہار کے باغیچے کے کھلتے پھول

موسم بہار کی آمد آمد ہے۔ جسے پھولوں کے کھلنے، نئی کونپلوں کے نکلنے کا موسم کہا جاتا ہے۔ بہار کے لغوی معنوں میں خوبصورتی کی علامات پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان کے میدانوں میں آخر فروری سے آخر اپریل اور پھر ستمبر اور اکتوبر کے مہینے بہار کے موسم کے ہوتے ہیں۔ جب ہر طرف رنگا رنگ کھلے ہوئے پھول نظر آتے ہیں۔ پھولوں کی نمائشیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ ہر طرف ہریالی ہوتی ہے۔ سبزہ زاروں کی چادر بچھ جاتی ہے۔ اس موسم کی وجہ سے جہاں اردگرد کے ماحول خوبصورت لگ رہے ہوتے ہیں وہاں اس نئے اور خوشگوار ماحول کے زیر اثر انسانوں کے چہرے بھی کھل جاتے ہیں وہ خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ جانور اور چرند پرند بھی اٹکھیلیاں کرتے نظر آتے ہیں گویا ہر ذی روح اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ''سبحان اللہ'' کہہ رہا ہوتا ہے۔

ویسے تمام موسم ہی اچھے ہوتے ہیں۔ ان پر تمام انسانوں کو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ تمام موسم اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور ہر موسم کا ایک اپنا رنگ ہوتا ہے اور وہ خوبصورت لگتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک دوست یہاں لندن میں خدمت دین کے سلسلہ میں پاکستان سے ایسے وقت میں آئے جب خزاں میں، درختوں سے زرد رنگ کے گرے ہوئے پتوں سے سڑکوں، پارکوں اور دکانوں کی چھتیں اٹی پڑی ہوتی ہیں۔ اور ہر طرف پیلگی یعنی پیلے رنگ کا راج ہوتا ہے۔ اور تمام درخت ٹنڈ منڈ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے دوست نے آغاز پر اپنے الاٹ شدہ مکان کے اردگرد پتوں سے لدی سڑک اور اپنے باغیچے دیکھ کر جھاڑو سے روزانہ صاف کرنے کی کوشش کی۔ ایک دن ایک انگریز پڑوسی نے انہیں مخاطب ہو کر ایسا کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ جی! ان پتوں کو صاف نہ کریں یہ تو اس موسم میں لندن کی خوبصورتی ہے اور واقعتاً جو حسن ان پیلے پتوں سے سڑکوں اور پارکوں میں پیدا ہوتا ہے وہ دیدنی اور ناقابل بیان ہے۔ اسی طرح یورپ میں سخت سردی کا موسم جب دن گھٹ کر بہت چھوٹا اور راتیں اتنی طویل اور گھپ اندھیری ہو جاتی ہیں اور ہم یہاں لندن میں ہجرت کر کے آنے والے اس موسم کو ڈپریشن کا موسم کہتے ہیں۔ وہاں یہاں کے لوکل لوگ اس موسم سے خوب enjoy کرتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی موسم بہار کی۔ اس خوبصورت اور دل بہلانے والے موسم کو نثر نگاروں نے اپنی تحریروں اور شعراء نے اپنے اشعار میں خوب بیان کیا ہے اور ادیبوں نے مختلف محاوروں میں اس موسم کو خوب استعمال کیا ہے۔ جیسے اردو شاعر کہتا ہے۔

مسکراؤ بہار کے دن ہیں
گل کھلاؤ بہار کے دن ہیں

پھر ایک انگریز معروف شاعر ولیم ورڈزورتھ (William Wordsworth) لکھتا ہے۔

The birds around me hopped and played
Their thoughts I cannot measure
But I last motion which they made
It seemed a thrill of pleasure

''یعنی پرندوں نے میرے اردگرد کھیل کود کیا۔ میں ان کے خیالات کا اندازہ تو نہیں لگا سکا لیکن ان کی ہر حرکت سے بے پناہ خوشی کا اندازہ ہوتا ہے''

یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی ہر قوم اور ثقافت میں بہار کے جشن منائے جاتے ہیں۔ جن میں وہ اپنی روایات کے مطابق خوشیاں مناتے ہیں۔ بہار کے موسم کا دورانیہ اتنا مختصر ہوتا ہے۔ بعض کے بقول بہار کے موسم سے لوگ استفادہ ہی نہیں کر پاتے

افسوس کہ دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

مجھے یہاں طوالت سے بچتے ہوئے صرف یہ عرض کرتا ہے کہ اس دنیا میں مادی موسم بہار کے ساتھ ساتھ روحانی بہار کے دن بھی ہوتے ہیں جن کو ہمارے جماعتی شعراء نے اپنے اپنے کلام میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ، حمد باری تعالیٰ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

اس ''بہارِ حسن'' کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

قرآن کریم کے فضائل کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں۔

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

پھر جماعت احمدیہ کے ذکر میں آپؑ فرماتے ہیں

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ چمن اسلام میں بہار آنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وہ دن گئے
اب تو ہیں اس باغ پر یارو! بہار آنے کے دن

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا ذکر کر کے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

بہار آئی ہے، دل وقف یار کر دیکھو
خرد کو نذر جنون بہار کر دیکھو

احادیث کے مطابق آخری دور میں ثریا سے ایمان کو لا کر دلوں میں نصب کرنے والے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے چمن، باغیچے میں بہار پیدا کر دی ہے، ہمارے ایمانوں کو تازہ کیا، دین میں آنے والی خزاں کو بہار میں تبدیل کیا۔ غیر اسلامی روایات کی نشاندہی کر کے اسلامی روایات اور اقدار سے آگاہ کر کے ہمیں بہار کا مزہ چکھایا۔ الغرض روحانی، دینی، اخلاقی بہار کے حسن کے مزے ہم نے چکھے ہیں۔

جب ہم سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اس روحانی بہار میں داخل ہو چکے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ اس روحانی بہار کے باغیچہ میں کھلنے والے ہر پھول کی خوشبو اور مہک سے لطف اندوز ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کے اس باغ میں قرآن کریم ایک پھول ہے۔ باقی تمام پھولوں کی مہک اسی کے ہی صدقہ ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں۔ یہی ہمارا وطیرہ اور طریق ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ قادیان کے ہر گھر سے تلاوت قرآن کریم کی ہر صبح آوازیں آیا کرتی تھیں۔ جس کے غیر بھی معترف رہے ہیں۔ مکرم عبدالسلام خاں صاحب ولد حضرت محمد الیاس خاں صاحب جب پارٹیشن کے بعد راولپنڈی میں واپڈا کے دفتر میں متعین ہوئے تو جو گھر آپ کو الاٹ ہوا۔ اس گھر سے ہر صبح آپ کے پانچوں بچوں کی تلاوت قرآن کریم کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ ایک دن ترانہ پاکستان کے موجد جناب حفیظ جالندھری نے صبح کی سیر کے دوران مکرم عبد السلام خاں سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں؟ مکرم عبد السلام کے اثبات میں جواب دینے پر جناب حفیظ جالندھری نے کہا کہ اس گلی میں سوائے آپ کے کسی اور گھر سے تلاوت کی آواز نہیں آتی۔ اسی لئے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ احمدی گھرانہ ہے اور لازماً احمدی ہوں گے۔

اس اسلامی باغیچہ میں سیرت رسول، احادیث نبویہؐ، فقہائے اربعہ کے فتاویٰ اور آج کے دور میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب، ملفوظات اور خطبات و خطابات خلفاء کرام کے علاوہ علمائے جماعت کی کتب کے رنگارنگ اور مختلف خوشبوؤں کی آمیزش والے پھول ہیں۔ وہاں ایم ٹی اے کا بھی پھول ہے۔ جس کی مہک اور خوشبو ساری دنیا کو معطر کر رہی ہے۔ ہاں ہاں اس باغ میں ایک پھول ''الفضل آن لائن'' کا بھی ہے۔ جو مختلف پھولوں سے سجا ایک خوبصورت گلدستہ ہے جس کی مہک، رنگ اور خوشبو سے دنیا بھر کے قارئین فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دنیا بھر سے ہزاروں قارئین کے پیغامات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ واقعتاً الفضل ایک پھول بن کر اپنی خوشبو اور مہک سے دنیا کے کونے کونے کو معطر کر رہا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ''جذبات دل'' کے تحت لکھتے ہیں۔

ہر حسین کو حسن بخشا ہے اسی دلدار نے
ہر گل و گلزار نے پائی اسی سے ہے بہار

امسال ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم مؤمنوں کے لئے دو بہاریں ایک ہی وقت میں اکٹھی کر دیں یعنی مادی بہار کے ساتھ روحانی بہار ماہ رمضان کی صورت میں۔ جب ہم اوپر بیان شدہ لازوال روحانی پھولوں کی مہک و خوشبو سے اپنے ماحول، مکانوں، صحنوں اور سجدہ گاہوں کو معطر رکھیں گے۔ ان پیاری اور دلربا خوشبوؤں سے الفضل کے آئندہ دنوں کے شمارے مسلسل آپ قارئین کو مستفیض کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بھر پور استفادہ کی توفیق سے نوازتا رہے۔

(ابو سعید)

ایم ٹی اے العربیہ کے 15 سال مکمل ہونے پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اسلام آباد۔ برطانیہ

25/ مارچ 2022

عرب بہنو اور بھائیو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایم ٹی اے العربیہ کی انتظامیہ نے مجھ سے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے۔

اس موقع پر میرا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے العربیہ کو جاری ہوئے 15 سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا اس کو عربوں کے حوالے سے بھی ہم نے پورا ہوتے دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ ایم ٹی اے العربیہ کا اجراء ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے دور رس اور حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

ایم ٹی اے ان اسباب کا ثمرہ تھا جو خدا تعالیٰ نے اس زمانے میں اسلام کے بے مثال پھیلاؤ کے لئے مقدر کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہمیں تبلیغ اسلام کے لئے ان جدید ذرائع کی بشارت دی تھی اور بتایا تھا کہ کس طرح ان تمام ذرائع کو آپ کے پیغام کی تبلیغ کے لئے مسخّر کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

’’جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دکھلایا ہے ایسا ہی اب وہ رُوحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسّط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسری چیزوں کو خدا بنایا گیا تھا یہ سب غلطیاں تھیں۔ سو تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرت مند ہے اور دعا میں لگے رہو ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکو اور پیاسو! سُن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتدا سے وعدہ تھا۔ خدا ان قصوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دور دور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور یا جب آسمان کے ایک طرف بجلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی ان دنوں میں ہوگا کیونکہ خدا نے اپنی اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کہ مسیح کی منادی بجلی کی طرح دنیا میں پھر جائے گی یا بلند مینار کے چراغ کی طرح دنیا کے چار گوشہ میں پھیلے گی زمین پر ہر ایک سامان مہیا کر دیا ہے۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 15-16)

آپ علیہ السلام نے مسیح موعود کے دمشق کے مشرق میں ایک سفید مینارے پر نزول کے بارہ میں الہامی اشارات پر مشتمل الفاظ میں فرمایا:

’’مسیح کے زمانہ کے لئے منارہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اُس کی روشنی اور آواز جلد تر دنیا میں پھیلے گی۔ اور یہ باتیں کسی اَور نبی کو میسّر نہیں آئیں۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کا آنا ایسے زمانہ میں ہوگا جیسا کہ بجلی آسمان کے ایک کنارہ میں چمک کر تمام کناروں کو ایک دم میں روشن کر دیتی ہے یہ بھی اِسی امر کی طرف اشارہ تھا یہی وجہ ہے کہ چونکہ مسیح تمام دنیا کو روشنی پہنچانے آیا ہے اس لئے اُس کو پہلے سے یہ سب سامان دیئے گئے۔ وہ خون بہانے کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے صلح کاری کا پیغام لایا ہے۔‘‘

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 17-18)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایم ٹی اے انہی الفاظ کی عظیم تجلی ہے جو آپ علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی تبلیغ کو عربوں تک پہنچانے کے لئے بے چین تھے اور اس کام کو اپنے اہم مقاصد میں سے سمجھتے تھے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو، دوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں۔ عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہنچائیں، اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔ ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ انکی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دور جا پڑے ہیں‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 253)

آپ علیہ السلام عربوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان لوگوں کو جو عربوں تک آپ کی تبلیغ پہنچنے کے بارہ میں مایوسی یا ان کے بارہ میں بدگمانی کا اظہار کرتے تھے، جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’اور وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ عرب کے لوگ قبول نہیں کریں گے اور نہ سنیں گے پس ہمارے پاس اس نادانی کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں کہ ہم ان کے اس خیال پر لاحول پڑھیں اور ان کی سمجھ پر اِنَّا لِلّٰہ کہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ عرب کے لوگ حق کے قبول کرنے میں ہمیشہ اور قدیم زمانہ سے پیش دست رہے ہیں بلکہ وہ اس بات میں جڑ کی طرح ہیں اور دوسرے ان کی شاخیں ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے اور عرب کے لوگ الٰہی رحمت کے قبول کرنے کے لئے سب سے زیادہ حقدار اور قریب اور نزدیک ہیں اور مجھے خدا تعالیٰ کے فضل کی خوشبو آرہی ہے سو تم نومیدی کی باتیں مت کرو اور ناامیدوں میں سے مت ہو جاؤ۔‘‘

(ترجمہ عربی عبارت از نور الحق، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 26)

چنانچہ عربوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حسن ظن بڑا سچا ثابت ہوا اور انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا جو حقیقی اسلام ہے اور اسلام کی وہ نشاۃ ثانیہ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص خادم، امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے ظاہر فرمائے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کئے جانے والے دو وعدے بھی پورے ہو گئے جو مندرجہ ذیل دو الہاموں میں مذکور ہیں: ’’یصلّون علیك صلحاءُ العرب وأبدال الشام‘‘۔ یعنی تجھ پر عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے۔

اور ’’یدْعون لك أبدالُ الشام وعبادُ اللّٰہ من العرب۔‘‘ یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔ فالحمد للّٰہ علی ذلك۔

آخر پر میں عربوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض کلمات سے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہوں:

اے خالص عربوں کے گروہِ اتقیاء واصفیاء! اے سرزمین نبوت کے باسیو اور عظیم المرتبت بیت اللہ کی ہمسائیگی کا شرف پانے والو! اے عرب کے شرفاء! اور اے عربوں کے جگر گوشو! اے اس زمین کے باسیو جس پر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے! اس روحانی مائدہ سے فائدہ اٹھاؤ جو ہر روز اور ہر چوبیس گھنٹے سجا ہوا ہے اور اس روحانی شربت سے اپنی پیاس بجھاؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اور اسلام کو پھیلانے کے لئے اگلی صفوں میں آ کھڑے ہو۔ اور جیسا کہ تم اسلام کے آغاز میں تھے اسی طرح اس وقت بھی آگے بڑھنے والوں میں سے بن جاؤ کیونکہ تم سب سے زیادہ اس بات کا حق رکھتے ہو۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب دنیا کو زمانہ حال کی اس عظیم نعمت MTA سے غیر معمولی فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس میں کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ وہ حقیقی رنگ میں احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام عرب دنیا کو پہنچانے والے ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس چینل کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ آمین

والسلام

مخلص

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

(قسط 7)

خدا تعالیٰ کی صفات اور اسماء کے لحاظ کے بنا دعا کچھ اثر نہیں رکھتی

اور قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے اور وہ بہت ہی قریب ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی صفات اور اسماء کا لحاظ نہ کیا جائے۔ اور دعا کی جائے تو وہ کچھ بھی اثر نہیں رکھتی صرف اس ایک راز کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ معلوم نہ کرنے کی وجہ سے دنیا ہلاک ہو رہی ہے۔ میں نے بہت لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے بہت دعائیں کیں اور ان کا نتیجہ کچھ نہیں ہوا۔ اور اس نتیجہ نے ان کو دہریہ بنا دیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہر امر کے لئے کچھ قواعد اور قوانین ہوتے ہیں..................ایسا ہی دعا کے واسطے قواعد و قوانین مقرر ہیں یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی اس کا باعث یہی ہے کہ وہ ان قواعد اور مراتب کا لحاظ نہیں رکھتے جو قبولیت دعا کیواسطے ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ایک لانظیر اور بیش بہا خزانہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس کو پا سکتا ہے اور لے سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کبھی بھی جائز نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو قادر خدا مان کر یہ تجویز کریں کہ جو کچھ اس نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور جو ہمیں دکھایا ہے یہ محض سراب اور دھوکا ہے۔ ایسا وہم بھی انسان کو ہلاک کرسکتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ ہر ایک اس خزانہ کو لے سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی کمی نہیں۔ وہ ہر ایک کو یہ خزانے دے سکتا ہے پھر بھی اس میں کمی نہیں آ سکتی۔ غرض وہ تو ہم کو نبوت کے کمالات تک دینے کو تیار ہے۔ لیکن ہم اس کے لینے کی بھی سعی کریں۔ پس یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ اور دھوکا ہے جو اس پیرایہ میں دیا جاتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اصل یہی ہے کہ وہ دعا قبولیت کے آداب اور اسباب سے خالی محض ہے۔ پھر آسمان کے دروازے اس کے لئے نہیں کھلتے۔ سنو! قرآن شریف نے کیا کہا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدہ:28)۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ جو لوگ متقی نہیں ہیں۔ ان کی دعائیں قبولیت کے لباس سے ننگی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت ان لوگوں کی پرورش میں اپنا کام کر رہی ہے۔

دعاؤں کی قبولیت کا فیض ان لوگوں کو ملتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ اب میں بتاؤں گا کہ متقی کون ہوتے ہیں مگر ابھی میں ایک اور شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ جو متقی ہوتے ہیں۔ بظاہر ان کی بعض دعائیں ان کے حسب منشاء پوری نہیں ہوتی ہیں یہ کیوں ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان لوگوں کی کوئی بھی دعا در حقیقت ضائع نہیں جاتی۔ لیکن چونکہ انسان عالم الغیب نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس دعا کے نتائج اس کے حق میں کیا اثر پیدا کرنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کمال شفقت اور مہربانی سے اس دعا کو اپنے بندہ کے لئے اس صورت میں منتقل کر دیتا ہے۔ جو اس کے واسطے مفید اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ جیسے ایک نادان بچہ سانپ کو ایک خوبصورت اور نرم شے سمجھ کر پکڑنے کی جرأت کرے یا آگ کو روشن دیکھ کر اپنی ماں سے مانگ بیٹھے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ماں خواہ وہ کیسی ہی نادان سے نادان بھی کیوں نہ ہو۔ کبھی پسند کرے گی کہ اس کا بچہ سانپ کو پکڑے یا اپنی خواہش کے موافق آگ کا ایک روشن کوئلہ اس کے ہاتھ پر رکھ دے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ یہ اس کی زندگی کو گزند پہنچائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب اور عالم الکل ہے اور مہربان ماں سے بھی زیادہ رحیم کریم ہے اور ماں کے دل میں بھی یہ رافت اور محبت اسی نے ڈالی ہے وہ کیونکر گوارا کرسکتا ہے کہ اگر اس کا عزیز بندہ اپنی کمزوری اور غلطی اور ناواقفی کی وجہ سے کسی ایسی چیز کے لئے دعا کر بیٹھے جو اس کے حق میں مضرت بخش ہے تو وہ اس کو فی الفور منظور کرلے۔ نہیں بلکہ وہ اس کو رد کر دیتا ہے اور اس کے بجائے اس سے بھی بہتر اس کو عطا کرتا ہے اور وہ یقیناً سمجھ لیتا ہے کہ یہ میری فلاں دعا کا اثر اور نتیجہ ہے۔ اپنی غلطی پر بھی اس کو اطلاع ملتی ہے۔ غرض یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ متقیوں کی بھی بعض دعا قبول نہیں ہوتی۔ نہیں ان کی تو ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی کمزوری اور نادانی کی وجہ سے کوئی ایسی دعا کر بیٹھیں جو ان کے لئے عمدہ نتائج پیدا کرنے والی نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلہ میں ان کو وہ چیز عطاء کرتا ہے۔ جو ان کی شئے مطلوبہ کا نعم البدل ہو۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 417-419 ایڈیشن 1984ء)

خدا تعالیٰ کبھی قضاء و قدر منوانا چاہتا ہے اور کبھی دعا قبول کرتا ہے

جب اللہ تعالیٰ کا فضل قریب آتا ہے تو وہ دعا کی قبولیت کے اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔ دل میں ایک رقت اور سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب دعا کی قبولیت کا وقت نہیں ہوتا تو دل میں اطمینان اور رجوع پیدا نہیں ہوتا۔ طبیعت پر کتنا ہی زور ڈالو۔ مگر طبیعت متوجہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی خدا تعالیٰ اپنی قضاء و قدر منوانا چاہتا ہے اور کبھی دعا قبول کرتا ہے۔ اس لئے میں تو جبتک اذن الٰہی کے آثار نہ پالوں۔ قبولیت کی کم امید کرتا ہوں۔ اور اس کی قضاء و قدر پر اس سے زیادہ خوشی کے ساتھ جو قبولیت دعا میں ہوتی ہے راضی ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ اس رضا بالقضاء کے ثمرات اور برکات اس سے بہت زیادہ ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 460 ایڈیشن 1984ء)

چند دعائیں

فرمایا...میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں

اول۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

چہارم۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔

پنجم۔ اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 4-5)

خادم دین ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں

''اگر کوئی تائید دین کیلئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دیدے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں۔ اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادمِ دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہم ہر ایک شے سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔ بیوی ہو بچے ہوں۔ دوست ہوں۔ سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 7-8 ایڈیشن 1984ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 08؍اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

☆…اللہ جلّ شانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا☆…دعاؤں کی قبولیت کے لیے پہلے اپنی حالتوں کو بدل کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانا ضروری ہے

☆…دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت ایک اضطرار اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لیے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے

☆…دنیا کے حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہ کاریوں سے بچائے اور ان کو عقل دے کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے ہوں

☆…بدری صحابہؓ کے متعلق ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تیار کردہ ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کا اجرا

رمضان المبارک کی مناسبت سے قبولیت دعا کی شرائط اور فلسفے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بصیرت افروز ارشادات کا بیان

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8؍اپریل 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 187 کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیتِ مبارکہ کا درج ذیل ترجمہ پیش فرمایا۔

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

حضورِانور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان کے مہینے سے ہم گزر رہے ہیں۔ یہ مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں فیضِ خاص کا چشمہ جاری فرمادیا ہے۔ اس مہینے میں انسان اپنا ہرفعل خداتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کرتا ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ عام حالات میں تو شیطان کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے لیکن رمضان کے مہینے میں اسے باندھ دیا جاتا ہے اور خداتعالیٰ اپنی خاطر روزہ رکھنے والوں کو مکمل طور پر اپنی حفاظت کے حصار میں لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزے دار کی جزا مَیں خود ہوجاتا ہوں۔ یہ کتنی بڑی خوش خبری ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے یہ رمضان کی فرضیت، اہمیت اور احکامات کے بیچ میں آنے والی آیت ہے۔ جس میں خداتعالیٰ نے دعا کی قبولیت کے طریق کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جو عبادالرحمٰن ہیں یا عبادالرحمٰن بننا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گھبراؤ نہیں مَیں تمہارے قریب ہی ہوں۔ میری تمام صفات پر کامل یقین اور ایمان رکھو پھر دیکھو کس طرح قبولیتِ دعا کے نظارے تم دیکھتے ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکاوزاری سے اس دروازے میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی اور طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے۔

قبولیتِ دعا کے لیے کیسی حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے؟ اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خداتعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے۔

اس مضمون کو بھی خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے جہاں وہ فرماتا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھاتے ہیں۔ پس رمضان کا مہینہ خاص طور پر اس جہاد کا مہینہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ بھلا یہ کیونکر ہوسکے کہ جو شخص نہایت لاپروائی سے سستی کررہا ہے وہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفیض ہوجائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل تمام زور اور تمام اخلاص سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔

پس دعاؤں کی قبولیت کے لیے بھی پہلے اپنی حالتوں کو بدل کر خداتعالیٰ کی طرف قدم بڑھانا ضروری ہے۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری طرف ایک قدم چل کر آتا ہے تو مَیں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ پس خداتعالیٰ تو ہم پر اتنا مہربان ہے لیکن اخلاص و وفا شرط ہے۔ یہ نہیں کہ رمضان میں تو دعویٰ کریں کہ ہم نمازیں پڑھیں گے، خداتعالیٰ کے احکامات اور حقوق العباد ادا کریں گے لیکن رمضان گزرنے کے بعد پھر خداتعالیٰ اور اس کے احکامات کو بھول جائیں۔ دنیاداری ہم پر غالب ہوجائے تو پھر خداتعالیٰ پر یہ شکوہ نہیں ہونا چاہیے کہ خداتعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں لیکن میری دعائیں تو نہیں سنی گئیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت اپنے بندے کو پیار کی آغوش میں لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے تو اپنے بندے کے اپنی طرف آنے کی اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی ایک ماں کو اپنے گم شدہ بچّے کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے یا جس طرح ایک مسافر کو ریگستان میں اپنے سامان سے لدے گم شدہ اونٹ کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔

پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اس فیض سے حصّہ لینے والے بنیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے جہاد کو کبھی کم نہ ہونے دیں۔ یہ ایسا مضمون ہے جسے بار بار سن کر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس مضمون سے متعلق مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض ارشادات پیش کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہماری دنیاوی زندگی میں ہرفعل کے لیے ایک ضروری نتیجہ ہے ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے۔ خداتعالیٰ ان دو مثالوں میں صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ اس فعل کو بجالائے کہ انہوں نے خداتعالیٰ کی جستجو میں پوری پوری کوشش کی تو اس فعل کے لیے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہوگا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھادیں گے۔ اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہ چاہا تو ہمارا فعل اس کی نسبت یہ ہوگا کہ ہم ان کے دلوں کو کج کردیں گے۔

فرمایا: انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں۔ آخر خداتعالیٰ سعید روحوں کی کمزوری کو دُور کرتا ہے اور پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا فرماتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ جو ہماری راہ میں جہاد کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلادیں گے یہ تو وعدہ ہے۔ ادھر یہ دعا بھی سکھادی کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سو انسان کو چاہیے کہ اس کو مدِنظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہوجاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کرچکے ہیں۔

قادیان کا ایک واقعہ کسی نے بیان کیا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی مسجد مبارک کے کونے میں کھڑے نماز میں بڑی رقت اور خشیت سے ہاتھ باندھ کر دعا کیے جارہے تھے۔ جب غور کرکے سنا تو بار بار اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کا فقرہ دہرا رہے تھے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اوّل انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح خداتعالیٰ کی راہ میں بھی وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں… فرمایا: اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ جس طرح وہ دانہ تخم ریزی کے بدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا بلکہ خود بھی فنا ہوجاتا ہے اسی طرح تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کروگے اور دعائیں نہ مانگوگے کہ خدایا ہماری مدد کر تو فضلِ الٰہی وارد نہیں ہوگا۔

فرمایا کہ وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا…الخ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جو حق کوشش کا اس کے ذمہ ہے وہ بجالائے۔ یہ نہ کرے کہ اگر پانی بیس ہاتھ نیچے کھودنے سے نکلتا ہے تو وہ صرف دو ہاتھ کھود کر ہمت ہار دے… لوگ دنیا کی فکر میں درد برداشت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اسی میں ہلاک ہوجاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے ایک کانٹے کی بھی درد برداشت کرنا پسند نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری راہ کے مجاہد راستہ پاویں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس راہ میں پیمبر کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا ہوگا ایک دو گھنٹے کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں ہے۔

پھر توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ توبہ اور استغفار حصول الی اللہ کا ذریعہ ہے… صحابہ کی زندگی میں دیکھو بھلا انہوں نے محض معمولی نمازوں سے ہی وہ مدارج حاصل کرلیے تھے۔ نہیں! بلکہ انہوں نے خداتعالیٰ کی رضا کے حصول کے واسطے اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کی اور بھیڑ بکریوں کی طرح قربان ہوگئے جب جاکر ان کو یہ رتبہ حاصل ہوا۔

یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت ایک اضطرار اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لیے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے… اوّل اوّل جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں ان کا دُور ہونا ضروری ہے جب وہ دُور ہوگئے تو دوسرے حجابوں کے دُور کرنے کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت نہیں کرنی پڑے گی… دعا بھی ایک مجاہدے کو چاہتی ہے جو شخص دعا سے لاپروائی کرتا اور اس سے دُور رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا اور اس سے دُور ہوجاتا ہے۔ جلدی اور شتاب کاری یہاں کام نہیں دیتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق جوڑنے والا بنا دے۔

دنیا کے حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہ کاریوں سے بچائے اور ان کو عقل دے کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے ہوں۔

نمازِ جمعہ کے بعد مَیں ایک ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کا اجرا کروں گا جو ایم ٹی اے نے بنائی ہے۔ اس میں تین سَو تیرہ بدری صحابہ کے متعلق میرے خطباتِ جمعہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اس ویب سائٹ پر قارئین بدری صحابہ کے متعلق بنائی گئی پروفائلز کو پڑھ سکتے ہیں۔ ہر صحابی سے متعلق سوال و جواب کا ایک کوئز موجود ہے اسی طرح مفید نقشے اور مشکل الفاظ اور ناموں کا عربی تلفظ بھی سنا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ویب سائٹ کو لوگوں کے لیے فائدے کا موجب بنائے۔ آمین

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18؍مارچ 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ہے کہ شریعت کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور خلیفۂ وقت پوری کوشش کرتا ہے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

دنیا کے فکرانگیز حالات میں دعائیں کرنے کی تحریک ’’خاص طور پر یہ دعا کریں کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے لگ جائے‘‘

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا و سابق مبلغ انچارج کینیڈا مکرم و محترم مولانا مبارک نذیر صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی کے ذکر میں

مانعینِ زکوٰۃ کے متعلق آپؓ کے خیالات اور ان کے ساتھ سلوک کا ذکر

ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید تاریخ طبری میں یوں بیان ہوا ہے۔ اسد اور غطفان اور طَیء قبائل طُلَیحہ بن خُوَیلد جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے سوائے چند خاص لوگوں کے۔ قبیلہ اسد کے لوگ سَمِیْرَاء کے مقام پر جمع ہوئے۔ سَمِیْرَاء جو ہے یہ قومِ عاد کے ایک شخص کے نام پر اس مقام کا نام رکھا گیا ہے اور یہ مکہ کے راستے پر ایک قوم ہے۔ اس علاقے کے ارد گرد سیاہ رنگ کے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ فَزَارَہ اور غَطْفَان کے لوگ اپنے حلیفوں کے ساتھ طِیْبَہ کے جنوب میں جمع ہوئے۔ طَئی اپنے علاقے کی سرحد پر جمع ہوئے۔ ثَعْلَبَہ بن سعد اور مُرَّۃ اور عَبْس میں سے ان کے حمایتی رَبَذَہ کے مقام اَبْرَق میں جمع ہوئے۔ رَبَذَہ بھی تین دن کی مسافت پر مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اَبْرَقُ الرَّبَذَۃ قبیلہ بنوذُبیان کی جگہوں میں سے تھی۔ بنوکِنَانہ کے کچھ لوگ بھی ان سے آملے مگر وہ علاقے ان کے متحمل نہ ہو سکے اس لیے ان لوگوں کی دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک جماعت اَبْرَق میں مقیم رہی اور دوسری ذُوالقَصَّہ چلی گئی۔ ذُوالقَصَّہ بھی مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ طُلَیحہ نے حِبَال کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ حبَال طُلَیحہ کے بھائی کا بیٹا تھا۔ بہرحال اس طرح حِبَال ذُوالقَصَّہ والوں کا سردار بن گیا جہاں اَسَد اور لَیْث، دِیْل اور مُدْلِج قبائل میں سے ان کے حمایتی بھی تھے۔ عَوف بن فلان بن سِنَان، اَبْرَق مقام میں موجود مُرَّہ قبیلہ کا سردار مقرر ہوا اور ثَعْلَبَہ اور عَبْس قبائل پر حارِث بن فُلان سردار مقرر ہوا جو بَنُوسُبَیْع میں سے تھا۔ ان قبائل نے اپنے وفد بھیجے جو مدینہ آئے۔ یہ سب جمع ہوئے اس کے بعد ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا ایک وفد بنا کے بھیجا۔ وہ لوگ جو آئے تھے وہ عمائدین مدینہ کے ہاں فروکش ہوئے، وہاں ٹھہرے۔ حضرت عباسؓ کے علاوہ سب نے ان کو اپنے ہاں مہمان بنایا اور ان کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس شرط پر لے کر آئے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ اللہ نے ابوبکرؓ کو حق پر راسخ کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اگر یہ اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴-۲۵۵ سنۃ ۱۱ ہجری، مکتبۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء) (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۴۳۴ حاشیہ، دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء) (معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۶۷، ۲۹۰ جلد اول صفحہ ۸۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 236 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت ابوبکرؓ کا موقف دیکھ کر جب مانعینِ زکوٰۃ کے وفود مدینہ سے واپس جانے لگے تو اس وقت ان لوگوں کی کیا کیفیت تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان وفود نے جب آپؓ کا عزم دیکھا تو مدینہ سے واپس ہو گئے لیکن مدینہ سے جاتے وقت دو باتیں ان کے ذہن میں تھیں۔ نمبر ایک یہ کہ منع زکوٰۃ کے سلسلہ میں کوئی گفتگو کارگر نہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام کا حکم واضح ہے اور خلیفہ کی اپنی رائے اور عزم سے پیچھے ہٹنے کی کوئی امید نہیں۔ خاص کر جب کہ مسلمان دلیل کے واضح ہونے کے بعد آپؓ کی رائے سے متفق ہو چکے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی تائید کے لیے کمربستہ ہیں۔ نمبر دو بزعمِ خویش مسلمانوں کی کمزوری اور قلتِ تعداد کو غنیمت جانتے ہوئے مدینہ پر ایسا زوردار حملہ کیا جائے جس سے اسلامی حکومت گر جائے اور اس دین کا خاتمہ ہو جائے۔

(ماخوذ از سیدنا ابوبکر شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 278 مکتبہ الفرقان مظفرگڑھ پاکستان)

یہ ان کا اپنا زعم تھا کہ اس طرح ہم قبضہ کر لیں گے۔ بہرحال ان لوگوں نے واپس جا کر اپنے قبائل سے کہا کہ اس وقت مدینہ میں بہت کم آدمی ہیں اور انہیں حملہ کرنے کی ترغیب دلائی جبکہ دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے اس وفد کے جانے کے بعد مدینہ کے تمام ناکوں پر باقاعدہ پہرے متعین کر دیے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کام پر مقرر کیے گئے۔ ایک روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام بھی آتا ہے کہ یہ بھی ناکے پر پہرے کے لیے متعین کیے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے تمام اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں جمع ہوں اور پھر ان سے فرمایا کہ تمام سرزمین کافر ہوگئی ہے اور ان لوگوں کے وفود تمہاری قلتِ تعداد کو دیکھ گئے ہیں اور تم لوگ نہیں جانتے کہ وہ دن کے وقت یا رات میں تم پر حملہ آور ہوں گے۔ ان لوگوں کی سب سے قریب جماعت یہاں سے صرف ایک برید کے فاصلے پر ہے۔ برید بارہ میل کے برابر ہوتا ہے کہ بارہ میل کے فاصلے پر ہے اور کچھ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ ہم ان کی شرائط قبول کر لیں اور ان سے مصالحت کر لیں مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کی شرائط مسترد کر دیں۔ لہٰذا اب مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ کا اندازہ بالکل درست نکلا اور

منکرینِ زکوٰۃ کے وفد کے مدینہ سے واپس جانے کے بعد صرف تین راتیں گزری تھیں کہ ان لوگوں نے رات ہوتے ہی مدینہ پر حملہ کر دیا۔

اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو وہ ذُوحِسٰی چھوڑ آئے تا کہ وہ بوقتِ ضرورت کمک کا کام دیں۔ ذُوحِسٰی بنو فَزَارَہ کے پانیوں میں سے ایک ہے اور یہ رَبَذَہ اور نَخْل کے درمیان ہے۔ بہرحال یہ حملہ کرنے والے رات کے وقت مدینہ کے ناکوں پر پہنچے۔ وہاں پہلے سے جنگجو متعین تھے۔ ان کے عقب میں کچھ اَور لوگ تھے جو بلندی پر چڑھ رہے تھے۔ پہرے داروں نے ان لوگوں کو دشمن کی یورش سے آگاہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو دشمن کی پیش قدمی کی اطلاع دینے کے لیے آدمی دوڑائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ پیغام بھجوایا کہ سب اپنی اپنی جگہ پر جمے رہیں جس پر تمام فوج نے ایسا کیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ مسجد میں موجود مسلمانوں کو لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر ان کی طرف روانہ ہوئے اور دشمن پسپا ہو گیا۔ مسلمانوں نے اپنے اونٹوں پر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ ذُوحِسٰی جا پہنچے۔ حملہ آوروں کی کمک والا گروہ چمڑے کے مشکیزوں میں ہوا بھر کر اور ان میں رسیاں باندھ کر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلا اور انہوں نے ان مشکیزوں کو اپنے پیروں سے ضرب لگا کر اونٹوں کے سامنے لڑھکا دیا اور چونکہ اونٹ اس سے سب سے زیادہ بِدَکتا ہے کہ مشکیزے،

لڑھکتی ہوئی چیز آ رہی ہے اس لیے مسلمانوں کے تمام اونٹ ان سے اس طرح بدک کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں سے جو اُن پر سوار تھے کسی طرح بھی سنبھل نہ سکے یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ البتہ اس سے مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز آئی۔

مسلمانوں کی اس بظاہر پسپائی سے دشمنوں کو یہ گمان ہوا کہ مسلمان کمزور ہیں ان میں مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ اس خام خیالی میں انہوں نے اپنے ان ساتھیوں کو جو ذُوالقصّہ میں فروکش تھے اس واقعہ کی اطلاع دی وہ اس خبر پر بھروسہ کر کے اس جماعت کے پاس آ گئے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے ان کے متعلق کچھ اَور ہی فیصلہ کیا ہے جس کو وہ بہرحال نافذ کر کے چھوڑے گا۔ رات بھر حضرت ابوبکرؓ اپنی فوج کی تیاری میں مصروف رہے اور سب کو تیار کر کے رات کے پچھلے پہر پوری فوج کو ترتیب دے کر پیدل روانہ ہوئے۔ نعمان بن مُقَرِّن میمنہ پر، عبداللہ بن مُقَرِّن میسرہ پر اور سُوَید بن مُقَرِّن فوج کے پچھلے حصہ پر نگران تھے۔ ان کے ساتھ کچھ سوار بھی تھے۔ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان اور منکرینِ زکوٰۃ ایک ہی میدان میں تھے۔ مسلمانوں کی کوئی آہٹ اور بھنک بھی نہ ان کو مل سکی کہ مسلمانوں نے ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ پھر رات کے پچھلے پہر میں لڑائی ہوئی۔

آفتاب کی کرن نے ابھی مطلعِ افق کو اپنے جلوے سے منور نہیں کیا تھا کہ منکرین نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔

پھر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ان کے تمام جانوروں پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ میں حِبَال مارا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ ذُوالقصّہ پہنچ کر ٹھہرے۔ یہ پہلی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے نُعمان بن مُقَرِّن کو کچھ لوگوں کے ساتھ وہیں متعین کر دیا اور خود مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۵-۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)
(البدایہ والنہایہ جلد ۳ جزء ۶ صفحہ ۳۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء)
(المنجد زیر مادہ "برد") (معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ "الحساء")

اس جنگ کو غزوۂ بدر سے مشابہت دیتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے ایمان و یقین، عزم و ثبات اور حزم و احتیاط کا جو مظاہرہ کیا اس سے مسلمانوں کے دل میں عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی یاد تازہ ہوگئی۔

ابوبکرؓ کے عہد کی یہ پہلی لڑائی بڑی حد تک جنگِ بدر سے مشابہ ہے۔

جنگِ بدر کے روز مسلمان صرف تین سو تیرہ کی قلیل تعداد میں تھے جبکہ مشرکینِ مکہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مخالفین سے جنگ کا جو یہ واقعہ پیش آیا اس موقع پر بھی مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اس کے بالمقابل عَبس، ذُبیان اور غطفان کے قبائل بھاری جمعیت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بدر کے موقع پر انہیں اللہ نے مشرکین پر فتح عطا فرمائی۔ اس موقع پر ابوبکرؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے ایمان کامل کا ثبوت دیا اور دشمن پر فتح حاصل کی جس طرح جنگِ بدر دُوررس نتائج کی حامل تھی اسی طرح اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی فتح نے اسلام کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالا۔

(حضرت ابوبکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم اردو شیخ محمد احمد پانی پتی صاحب صفحہ 150-151 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

بنوذُبیان اور بنوعَبس نے اس شکست کی وجہ سے غیض وغضب میں آ کر اپنے ہاں موجود مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کو نہایت بے دردی سے طرح طرح کے عذاب دے کر شہید کر ڈالا۔ انہوں نے یہ بدلہ لیا کہ جو نہتے مسلمان ان کے علاقوں میں رہتے تھے ان کو مار دیا، شہید کر دیا اور ان کی تقلید میں دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان مظالم کی اطلاع پر حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مشرکین کو خوب اچھی طرح قتل کریں گے اور ہر قبیلے میں سے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا انہیں اس کے بدلہ میں قتل کریں گے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

حضرت ابوبکرؓ کی قیادت و راہنمائی میں منکرینِ زکوٰۃ کے حملوں کا سدّباب ہوتے ہی دیگر کمزور اور متذبذب قبائل یکے بعد دیگرے اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ کی طرف آنے لگے۔ جب کمزور قبائل نے دیکھا کہ جو طاقتور قبائل ہیں ان کا یہ حال ہو گیا ہے تو جنہوں نے زکوٰۃ روکی ہوئی تھی وہ زکوٰۃ لے کر مدینہ آنے لگے۔ کوئی قبیلہ رات کے پہلے حصہ میں زکوٰۃ لے کر آنے لگا اور کوئی رات کے درمیانی حصہ میں اور کوئی رات کے آخری حصہ میں۔ جب یہ لوگ مدینہ میں نمودار ہوتے تو ہر جمعیت کے نمودار ہونے کے موقع پر لوگ کہتے کہ یہ ڈرانے والے معلوم ہوتے ہیں یعنی کوئی بری خبر لانے والے، مگر حضرت ابوبکرؓ نے ہر موقع پر یہ کہا کہ یہ خوشخبری دینے والے ہیں۔ حمایت کے لیے آئے ہیں نقصان کے لیے نہیں۔ چنانچہ جب باقاعدہ طور پر یہ معلوم ہوا کہ یہ جماعتیں حمایتِ اسلام کے لیے آئی ہیں اور زکوٰۃ کے اموال لے کر آنے والی جماعتیں ہیں تو مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپؓ بڑے مبارک آدمی ہیں آپ ہمیشہ سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ

بُری خبر اور بُرے ارادے سے آنے والے تیز تیز چلتے ہیں جبکہ خوشخبری لانے والے قافلے آرام اور اطمینان سے چلتے ہیں۔

میں ان کی رفتار سے اندازہ کر لیتا تھا۔

(السیرۃ الاسلامیہ از منیر محمد غضبان صفحہ 50 مطبوعہ دارالاسلام 2015ء)

منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف کامیابی کے بعد

زکوٰۃ کی وصولیوں کے متعلق

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس قدر صدقات مدینہ میں موصول ہوئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے بچ گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)

انہی فتوحات اور بشارتوں کے دوران حضرت اسامہؓ کا لشکر بھی کامیابی و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس لوٹ آیا۔ حضرت اسامہؓ کے واپس آنے کے بعد ابوبکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سِنَان ضَمْری کو اپنا نائب مقرر کیا اور ان سے اور ان کی فوج سے کہا کہ سر دست تم بھی آرام کر لو اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی دم لینے دو اور خود ابوبکرؓ لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر ذُوالقصّہ روانہ ہوئے مگر مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپؓ سے خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپؓ خود اس مہم پر نہ جائیں کیونکہ خدانخواستہ اگر آپؓ کو کوئی ضرر پہنچ گیا تو سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آپؓ کسی اَور کو اس کام کے لیے بھیج دیں تاکہ اگر اس کو کوئی معاملہ پیش آ جائے تو آپؓ کسی دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر سکیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور میں آپ لوگوں کی غمخواری اپنی جان سے کروں گا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)
(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت وکارنامے از صلابی مترجم صفحہ 282 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

پھر

اہلِ رَبذہ پر حملے کے بارے میں

لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب انتظام کر کے ذُوحِسٰی اور ذُوالقصّہ چلے گئے۔ ذُوالقصّہ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ نعمانؓ، عبداللہؓ اور سُوَیدؓ اپنی اپنی جگہ تھے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اَبرَق کے مقام پر اہلِ رَبذہ کو جا لیا۔ شدید جنگ ہوئی۔ بالآخر اللہ نے حارث اور عوف کو شکست دی جو مُرّۃ، ثعلبہ اور عَبس قبائل کے سردار تھے اور حُطَیئہ زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے چند روز اَبرَق میں قیام کیا اور آپؓ نے اَبرَق کی سرزمین کو مسلمانوں کے گھوڑوں کی چراگاہ بنا دیا۔ اس جنگ میں شکست کھا کر بنوعَبس اور بنوذُبیان طُلَیحہ سے جا ملے جو سَمِیراء سے چل کر اس وقت بُزَاخہ پر پہنچ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ بُزَاخہ بھی بنواسد کے چشمہ کا نام ہے یہاں طُلَیحہ اَسَدِی کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں عظیم معرکہ ہوا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان ۲۰۱۲ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 236 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)
(معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۴۸۴-۴۸۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک مصنف شکست خوردہ قبائل کی روش کے متعلق لکھتا ہے کہ عَبس، ذُبیان، غطفان، بَنِی بکر اور مدینہ کے قریب بسنے والے دوسرے باغی قبائل کے لیے مناسب تھا کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور بغاوت سے باز آ جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کی کامل اطاعت اور ارکانِ اسلام کی بجا آوری کا اقرار کرتے اور مسلمانوں سے مل کر مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا اور واقعات بھی اسی کی تائید کرتے

تھے۔ ابوبکرؓ کے ذریعہ سے ان کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ روم کی سرحدوں پر حصولِ کامیابی کے باعث اہل مدینہ کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت بڑھ چکی تھی اور اب وہ اس کمزوری کے عالم میں نہ تھے جو جنگِ بدر اور ابتدائی غزوات کے ایام میں ان پر طاری تھی۔ اب مکہ بھی ان کے ساتھ تھا اور طائف بھی اور ان دونوں شہروں کی سیادت سارے عرب پر مُسَلَّم تھی۔ پھر خود ان قبائل کے درمیان ایسے مسلمان کثرت سے موجود تھے جنہیں باغی کسی صورت ساتھ نہ ملا سکے تھے اور اس طرح ان کی پوزیشن بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی دشمنی نے ان کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں اور سود و زیاں کا احساس دلوں سے جاتا رہا تھا۔ انہوں نے اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اور قبیلہ بنی اسد کے نبوت کے جھوٹے دعویدار طُلَیحہ بن خُوَیلد سے جا ملے۔ جو مسلمان اُن کے درمیان موجود تھے وہ انہیں ان کے ارادوں سے باز نہ رکھ سکے۔ ان لوگوں کے پہنچ جانے سے طُلَیحہ اور مُسَیلمہ کی قوت و طاقت میں اضافہ ہو گیا اور یمن میں بغاوت کے شعلے زور و شور سے بھڑکنے لگے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے از عبد اللہ مدنی صفحہ 173-174 مشتاق بک کارنر لاہور)

بہرحال یہ ہمیشہ یاد رہنا چاہیے کہ ان لوگوں نے بغاوت کی تھی اور جنگ کی تھی۔ صرف کسی دعوے پر یا کسی کے دعوے پر یہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ بغاوت کا بدلہ لیا جا رہا تھا اور جو جنگ تھی اس کا جواب جنگ سے دیا جا رہا تھا۔

منکرین زکوٰۃ پر فتح پانے اور حضرت ابوبکرؓ کی شجاعت اور عزم کا ذکر

کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ان کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم اس مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ سے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہلاکت یقینی تھی۔ ہم سب مسلمانوں کا اتفاق کامل سے یہ خیال تھا کہ ہم زکوٰۃ کے اونٹوں کی خاطر دوسروں سے جنگ نہیں کریں گے اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں گے یہاں تک کہ ہمیں مکمل غلبہ حاصل ہو جائے لیکن ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ سے لڑنے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے منکرین کے سامنے صرف دو باتیں پیش کیں، تیسری نہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اپنے لیے ذلت و خواری قبول کر لیں اور اگر یہ منظور نہیں تو جلاوطنی یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ اپنے لیے ذلّت و خواری قبول کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اقرار کریں کہ ان کے مقتول دوزخی اور ہمارے جنتی ہیں وہ ہمیں ہمارے مقتولوں کا خون بہا ادا کریں۔ ہم نے جو مالِ غنیمت ان سے وصول کیا اس کی واپسی کا مطالبہ نہ کریں لیکن جو مال انہوں نے ہم سے لیا ہے وہ ہمیں واپس کر دیں۔ اور جلاوطنی کی سزا بھگتنے کا مطلب یہ ہے کہ شکست کھانے کے بعد اپنے علاقوں سے نکل جائیں اور دور دراز مقامات میں جا کر زندگی بسر کریں۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 118 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔“ اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ”ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والٰہ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو مَیں رسی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔“ آپؓ نے ساتھیوں کو کہا ”اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بے شک نہ دو۔ میں اکیلا ہی ان سے مقابلہ کروں گا۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”کس قدر اتباعِ رسول ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ والٰہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 108-109)

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اَور جگہ لکھا ہے، بیان فرمایا ہے کہ ”حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب فتنۂ ارتداد پھیل گیا اور صرف گاؤں میں نماز باجماعت رہ گئی اور لشکر بھی شام کو بھیج دیا گیا تو بھی آپؓ نے زکوٰۃ دینے والوں کے نام ارشاد بھیجا کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں اگر کوئی رسہ دیتا تھا اور اب نہیں دیتا تو میں تلوار کے زور سے لوں گا۔ حضرت عمرؓ ایسے جری و بہادر نے بھی رائے دی کہ اس وقت مصلحتِ وقت نہیں کہ زکوٰۃ پر زور دیا جائے مگر آپؓ نے ان کی ایک نہ مانی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کس قدر ضروری ہے۔“

(مدارج تقویٰ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 382-383)

یہ بات جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے یہ اپنی ایک تقریر کے دوران بیان فرمائی تھی جس میں تقویٰ کے مدارج بیان کیے تھے۔ اس میں بیان فرما رہے تھے کہ تقویٰ کے کون سے مدارج ہیں، زکوٰۃ کی کتنی اہمیت ہے اور تقویٰ پر چلنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے اور آپؓ نے وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ

احمدیوں کو بھی اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے اور اس کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے۔

(ماخوذ از مدارج تقویٰ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 383)

پھر ایک جگہ زکوٰۃ کے مسئلے کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”ایک بہت اہم مسئلہ زکوٰۃ کا ہے لیکن لوگوں نے اس کو سمجھا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں سے وہی سلوک کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے مرد غلام بنالوں گا اور ان کی عورتیں لونڈیاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا ابتلا آیا تھا کہ عرب کے تین شہروں مکہ، مدینہ اور ایک اَور شہر کے علاوہ سب علاقہ عرب کا مرتد ہو گیا......

حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اچھا جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہیں ان سے صلح کر لیں۔ پہلے دوسرے مرتدین سے جنگ ہو جائے تو رفتہ رفتہ ان کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ اول ضرورت یہی ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا جائے کیونکہ ان کا فتنہ سخت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر لوگ بکری کا بچہ یا اونٹ کے گھٹنہ باندھنے کی رسی کے برابر بھی زکوٰۃ کے مال میں سے ادا نہ کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا اور اگر تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور جنگل کے درندے بھی مرتدین کے ساتھ مل کر حملہ کریں گے تو میں ان سے اکیلا لڑوں گا۔“

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 222-223)

یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ہے کہ شریعت کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور خلیفۂ وقت پوری کوشش کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک اَور اعتراض لوگ کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کا جواب بھی تیرہ سو سال سے پہلے ہی دے دیا ہے۔ اعتراض کرنے والے لوگ کہتے ہیں کہ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے خلافت کہاں سے نکل آئی؟ خلافت کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ یاد رکھیں کہ حضرت ابوبکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا تھا تو وہ بھی اسی رنگ کا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ ہاں یہ تو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ اب وہ رہے نہیں اور کسی کو حق نہیں کہ وہ صدقات وصول کرے۔ جسے لینے کا حکم تھا وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہی جواب دیا کہ اب میں مخاطب ہوں۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اب مخاطب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، شریعت تو قائم ہے اس لیے اب خلیفۂ وقت مخاطب ہے اور حضرت مصلح موعودؓ جب یہ تقریر فرما رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ اسی کا ہم آہنگ ہو کر اپنے معترض کو میں کہتا ہوں کہ اب مَیں مخاطب ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر اُس وقت یہ جواب سچا تھا اور ضرور سچا تھا جو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا تو یہ بھی درست ہے جو میں کہتا ہوں کہ آج میں مخاطب ہوں اور یہی اصول ہمیشہ خلافت کے ساتھ رہے گا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں اگر تمہارا اعتراض درست ہو تو اس پر قرآن مجید سے بہت سے احکام تم کو نکال دینے پڑیں گے اور یہ کھلی ضلالت ہے۔

(ماخوذ از منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 59 - 60)

یہ باتیں آپ اس وقت بیان فرما رہے تھے جب ایک تقریر آپ نے منصب خلافت کے ضمن میں کی۔ پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ ”جب آپؐ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”فوت ہوئے تو بہت سے نادان مسلمان مرتد ہو گئے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ صرف تین جگہیں ایسی رہ گئی

تھیں جہاں مسجدوں میں باجماعت نماز ہوتی تھی۔ اسی طرح ملک کے اکثر لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے زکوٰۃ مانگے۔ جب یہ رَو سارے عرب میں پھیل گئی اور حضرت ابوبکرؓ نے ایسے لوگوں پر سختی کرنی چاہی تو حضرت عمرؓ اور بعض اَور صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور'' جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے ''انہوں نے عرض کیا کہ یہ وقت سخت نازک ہے۔ اس وقت کی ذرا سی غفلت بہت بڑے نقصان کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ نہ کیا جائے اور جو زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم میں سے جو شخص ڈرتا ہو وہ جہاں چاہے چلا جائے۔ خدا کی قسم! اگر تم میں سے ایک شخص بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی مَیں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا اور اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور میرے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کر دے اور عورتوں کی لاشیں مدینہ کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں ان سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ لوگ اونٹ کا گھٹنہ باندھنے کی وہ رسی بھی جو پہلے زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے نہ دینے لگ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے'' یعنی حضرت ابوبکرؓ نے ''دشمن کی شرارت کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخر کامیاب ہوئے صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے۔ اسی لئے انہوں نے مشورہ دینے والے صحابہؓ کو کہہ دیا کہ تم میں سے کوئی شخص میرا ساتھ دے یا نہ دے میں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ میری جان خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جائے۔ پس جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے وہ ہر میدان میں جیت جاتی ہے اور دشمن کبھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔''

(قومی ترقی کے دو اہم اصول انوار العلوم جلد 19 صفحہ 75، 76)

اور یہی قومی ترقی کا راز ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب زکوٰۃ کے مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے عرب کے ہزاروں لوگ مرتد ہو گئے اور مُسَیلمہ مدینہ پر حملہ آور ہوا تو حضرت ابوبکرؓ کو جو اس وقت خلیفہ تھے اطلاع پہنچی کہ مُسَیلمہ ایک لاکھ کی فوج لیکر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس وقت کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ہم ایک نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے لوگ ارتداد اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اِدھر مُسَیلمہ ایک بہت بھاری فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اس لئے ان حالات کے پیشِ نظر قرینِ مصلحت یہی ہے کہ آپؓ زکوٰۃ کا مطالبہ سر دست نہ کریں اور ان لوگوں سے صلح کر لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان خدشات کی ذرا بھی'' پرواہ نہیں کی اور ''پرواہ نہ کرتے ہوئے ان مشورہ دینے والوں سے کہا کیا تم مجھے وہ بات منوانا چاہتے ہو جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے صریح خلاف ہے؟ زکوٰۃ کا حکم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کروں۔ صحابہؓ نے پھر کہا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ صلح کر لی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر آپ نہیں لڑنا چاہتے اور دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے تو آپ لوگ جائیں اور اپنے گھروں میں جا کر بیٹھیں۔ خدا کی قسم! مَیں دشمن سے اس وقت تک اکیلا لڑوں گا جب تک وہ اونٹ کے گھٹنے باندھنے کی رسی بھی اگر زکوٰۃ میں دیتی تھی اسے ادا نہیں کر دیتے اور جب تک میں ان لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا قائل نہ کر لوں گا ان سے کبھی صلح نہ کروں گا۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''پس حقیقی ایمان کی یہی علامت ہوا کرتی ہے۔''

(ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 458)

اور پس یہی ایمان ہے۔

اگر ہم میں ہو گا تو ہم دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے اور کامیاب ان شاء اللہ ہوں گے۔

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ''آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل نے بغاوت کر دی اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ بھی یہی دلیل دیتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سِوا کسی اَور کو زکوٰۃ لینے کا اختیار ہی نہیں دیا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ''......اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے اموال کا کچھ حصہ بطور زکوٰۃ لے۔ یہ کہیں ذکر نہیں کہ کسی اور کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ لینے کا اختیار ہے مگر مسلمانوں نے ان کی اس دلیل کو تسلیم نہ کیا حالانکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ بہرحال جو لوگ اس وقت مرتد ہوئے ان کی بڑی دلیل یہی تھی کہ زکوٰۃ لینے کا صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل تھا کسی اَور کو نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی دھوکا تھا کہ نظام سے تعلق رکھنے والے احکام ہمیشہ کے لئے قابلِ عمل نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ احکام مخصوص تھے۔ مگر'' آپؓ فرماتے ہیں کہ ''......یہ خیال بالکل غلط ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ جس طرح نماز روزہ کے احکام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم نہیں ہو گئے اسی طرح قومی یا ملکی نظام سے تعلق رکھنے والے احکام بھی آپ کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو گئے اور نماز باجماعت کی طرح جو ایک اجتماعی عبادت ہے ان احکام کے متعلق بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں آپ کے نائبین کے ذریعہ ان پر عمل ہوتا رہے۔''

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 30، 31)

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت سارا عرب مرتد ہو گیا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے اور ایک چھوٹے سے قصبہ کے تمام لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ان کے مالوں سے صدقہ لے۔ کسی اَور کو یہ اختیار نہیں کہ ہم سے زکوٰۃ وصول کرے۔ غرض سارا عرب مرتد ہو گیا اور وہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ صرف مرتد نہیں ہو گیا بلکہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گو اسلام کمزور تھا مگر قبائل عرب متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔ کبھی ایک گروہ نے حملہ کر دیا اور کبھی دوسرے نے۔ جب غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار کے لشکر نے اجتماعی رنگ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو اس وقت تک اسلام بہت کچھ طاقت پکڑ چکا تھا گو ابھی اِتنی زیادہ طاقت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ انہیں آئندہ کے لیے کسی حملے کا ڈر ہی نہ رہتا۔ اس کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے لیے گئے تو اس وقت عرب کے بعض قبائل بھی آپؐ کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اِس طرح خدا نے تدریجی طور پر دشمنوں میں جوش پیدا کیا تا کہ وہ اتنا زور نہ پکڑ لیں کہ سب ملک پر چھا جائیں لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب مرتد ہو گیا۔ صرف مکہ اور مدینہ اور ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گئے۔ باقی تمام مقامات کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور وہ لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ صرف زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا بلکہ لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ بعض جگہ تو ان کے پاس ایک ایک لاکھ کا بھی لشکر تھا۔ مگر اِدھر صرف دس ہزار کا ایک لشکر تھا اور وہ بھی شام کو جا رہا تھا اور یہ وہ لشکر تھا جسے اپنی وفات کے قریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا اور اسامہ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ باقی لوگ جو رہ گئے تھے وہ یا تو کمزور اور بڈھے تھے اور یا پھر گنتی کے چند نوجوان تھے۔ یہ حالات دیکھ کر صحابہ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہ کا لشکر بھی روانہ ہو گیا تو مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ اکابر صحابہ کا یہ وفد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور عرض کیا کہ کچھ عرصہ کے لیے اس لشکر کو روک لیا جائے۔ جب بغاوت فرو ہو جائے تو پھر بے شک اسے بھیج دیا جائے مگر اس وقت اس کا بھیجنا خطرہ سے خالی نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوقُحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اسے روک لے۔ بہرحال آپؓ نے کہا یہ تو روانہ ہو گا اور میں اِس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اکیلا تمام دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کی صداقت کا بڑا ثبوت ہے۔ یعنی خلافت پہ قائم ہونے والے یا خلافت کے ساتھ رہنے والے یہ مومن میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور یہ وہ حالت ہے جو خلافت کے نظام کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گی۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ

دوسرا سوال زکوٰۃ کا تھا۔

صحابہ نے عرض کیا کہ اگر آپ لشکر نہیں روک سکتے تو صرف اتنا کر لیجیے کہ ان لوگوں سے عارضی صلح کر لیں اور انہیں کہہ دیں کہ ہم اس سال تم سے زکوٰۃ نہیں لیں گے اور اس دوران میں ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تفرقہ کے مٹنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی نہیں مانی۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ اگر جیشِ اسامہ بھی چلا گیا اور ان لوگوں سے عارضی صلح بھی نہ کی گئی تو پھر دشمن کا کون مقابلہ کرے گا؟ مدینہ میں تو یہ بڈھے اور کمزور لوگ ہیں اور یہ صرف چند نوجوان ہیں وہ بھلا لاکھوں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ اے دوستو! اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ابوبکر اکیلا ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوگا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ اس شخص کا ہے جسے فنونِ جنگ سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں تھی اور جس کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دل کا کمزور ہے۔ پھر یہ جرأت، یہ دلیری، یہ یقین اور یہ وثوق اس میں کہاں سے پیدا ہوا۔ اسی بات سے یہ یقین پیدا ہوا کہ

حضرت ابوبکرؓ نے سمجھ لیا تھا کہ میں خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوا ہوں اور مجھ پر ہی تمام کام کی ذمہ داری ہے۔

پس میرا فرض ہے کہ میں مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوں۔ کامیابی دینا یا نہ دینا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ کامیابی دینا چاہے گا تو آپ دے دے گا اور اگر نہیں دینا چاہے گا تو سارے لشکر مل کر بھی کامیاب نہیں کر سکتے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 543 تا 545۔مطبوعہ قادیان 2008ء)

حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کے کیسے زبردست نتائج پیدا ہوئے

اس بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کی خلافِ مرضی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر سمیت مؤتہ کی طرف روانہ کر دیا۔ چنانچہ چالیس دن بعد یہ مہم اپنا کام پورا کر کے فاتحانہ شان سے مدینہ واپس آئی اور خدا کی نصرت اور فتح کو نازل ہوتے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر اس مہم کے بعد حضرت ابوبکرؓ جھوٹے مدعیان کے فتنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فتنہ کی ایسی سرکوبی کی کہ اسے کچل کر رکھ دیا اور یہ فتنہ بالکل ملیا میٹ ہو گیا۔ بعد ازاں یہی حال مرتدین کا ہوا۔ اور صحابہ کبار بھی حضرت ابوبکرؓ سے اختلاف کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ دینے کے منکر ہیں ان پر کس طرح سے تلوار اٹھائی جا سکتی ہے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نہایت جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج زکوٰۃ نہ دینے کی اجازت دے دی تو آہستہ آہستہ لوگ نماز روزے کو بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور اسلام محض نام کا رہ جائے گا۔ الغرض ایسے حالات میں حضرت ابوبکرؓ نے منکرینِ زکوٰۃ کا مقابلہ کیا اور انجام یہی تھا کہ اس میدان میں بھی آپ کو فتح اور نصرت حاصل ہوئی اور تمام بگڑے ہوئے لوگ راہِ حق کی طرف لوٹ آئے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 478)

ابھی یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ اس کا ذکر کروں گا۔

جیسا کہ میں ہمیشہ تحریک کر رہا ہوں آجکل دنیا کے حالات کے لیے دعائیں کرتے رہیں، ان میں کمی نہ کریں۔

خاص طور پر یہ دعا کریں کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے لگ جائے،

یہی ایک حل ہے دنیا کو تباہی سے بچانے کا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔ میں

ایک مرحوم کا ذکر

بھی کرنا چاہتا ہوں۔ جمعہ کے بعد جنازہ پڑھاؤں گا۔ یہ

مکرم و محترم مولانا مبارک نذیر صاحب

ہیں جو جامعہ کینیڈا کے پرنسپل بھی رہے ہوئے ہیں اور مبلغ انچارج کینیڈا بھی رہے ہیں۔ 8؍ مارچ کو ان کی وفات ستاسی سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بڑے بےنفس، متوکل علی اللہ، دعاگو، قناعت پسند انسان تھے۔ بڑے درویش صفت تھے۔

ان کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ حقیقی بزرگ دیکھنے کا احساس پیدا ہوتا تھا۔

ان کے خاندانی تعارف کے بارے میں بھی بیان کر دوں کہ آپ سلسلہ کے کامیاب مبلغ مولانا نذیر احمد علی صاحب اور مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ کے ذریعہ ہوا تھا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بعد میں وہ قادیان میں پہلے اسٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے تھے۔ قادیان میں ان کے دادا کا مکان بھی تھا جو فقیر منزل کے نام سے معروف تھا مولانا مبارک نذیر صاحب کے والد حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق 1929ء میں پہلے گھانا خدمت کی توفیق ملی اور بعد ازاں ان کا تقرر سیرالیون میں ہوا۔ 1943ء میں ان کے والد حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب سیرالیون واپس جا رہے تھے تو مبارک نذیر صاحب بھی اپنے والد اور والدہ کے ساتھ سیرالیون کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران ایک ایمان افروز واقعہ بھی ہوا اور مولانا مبارک نذیر صاحب اس کا ذکر کرتے ہیں۔ بحری جہاز کے ذریعہ سے یہ سفر تین ماہ کا تھا۔ اس وقت مبارک نذیر صاحب کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ دوران سفر ان کی طبیعت خراب ہوئی اور بیماری کے آثار ایسے ظاہر ہوئے کہ لگتا تھا کہ اب جان نہیں بچے گی۔ بحری جہاز کا سفر تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ تو جہاز پر چڑھنے لگے تھے یا جہاز بدلا یا اس وقت چڑھنے لگے تھے یا سفر سے پہلے کی بات ہے بہرحال جہاز پر چڑھنے سے پہلے یہ بیمار ہو چکے تھے اور جہاز کی انتظامیہ نے ان کی حالت دیکھ کر ان کے والد صاحب سے کہا کہ آپ کا بیٹا ادھ مرا ہے۔ یہ تو تقریباً ختم ہوا ہوا ہے۔ اگر دوران سفر یہ فوت ہو گیا تو ہمارے پاس تو جہاز میں لاش کو رکھنے کے لیے کوئی سردخانہ نہیں ہے، کوئی سہولت نہیں ہے۔ اس لیے ہم آپ کے بچے کی وجہ سے آپ کو نہیں لے جاسکتے۔ مولانا صاحب نے اصرار کیا کہ مجھے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حکم ہے اور میں نے ہر حال میں اس جہاز پر سوار ہونا ہے۔ پھر جہاز کی انتظامیہ نے اس شرط پر انہیں جہاز پر چڑھنے کی اجازت دی کہ وہ یہ لکھ کر دیں کہ اگر ان کا بیٹا دوران سفر مر گیا تو اس کی لاش کو سمندر میں پھینکنے کی اجازت ہوگی۔ جب یہ شرط جہاز کے کیپٹن نے کہی تو مبارک نذیر صاحب کی والدہ رونے لگیں۔ سکتے میں آ گئیں اور مولانا نذیر علی صاحب سے کہنے لگیں کہ یہ بیٹا ہے، ہمارا ہے۔ کسی اَور جہاز پر چلے جائیں گے۔ مولانا نذیر علی صاحب نے اپنی بیوی کو تسلی دی کہ میں ایک مبلغ ہوں جسے حضرت صاحب نے ایک ذمہ داری دے کر بھیجا ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ کب دوسرا جہاز ملے تم تسلی رکھو۔ بیوی کو کہا تم تسلی رکھو مبارک کو کچھ نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر انہوں نے جہاز کے کپتان سے پُریقین لہجے میں کہا، کہاں دستخط کرنے ہیں لاؤ کاغذ اور پھر کیپٹن کو کہا کہ اگر یہ مر گیا تو اسے سمندر میں پھینک دینا لیکن ساتھ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ اسے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ یہ وہ توکّل تھا جو آپ کے والد کو خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا کہ مَیں ایک واقف زندگی ہوں، اس کے دین کی اشاعت کے لیے نکلا ہوں، خدا تعالیٰ ضرور میری مدد اور میرے اہل وعیال کی حفاظت فرمائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ گیارہ سالہ بچہ نہ صرف زندہ رہا بلکہ اس نے ستاسی سال عمر پائی اور اسلام اور احمدیت کی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ اپنے آباء کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی بھی وقف کی۔ اس کی سعادت بھی پائی اور خدمت دین کے میدان میں خود بھی توکل علی اللہ کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

گریجوایشن کرنے کے بعد ان کو سرکاری محکمے میں اچھی نوکری بھی مل گئی تھی جہاں کچھ عرصہ انہوں نے کام کیا پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر الفضل میں یہ اعلان پڑھا کہ وقف کریں، چاہے عارضی وقف کریں۔ تو اپنے کام سے استعفیٰ دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنے آپ کو عارضی وقف کے لیے پیش کیا اور حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ارشاد کی روشنی میں 1963ء میں پہلی دفعہ وقف عارضی کے لیے سیرالیون چلے گئے جہاں ایک لمبا عرصہ آپ کے والد حضرت مولانا نذیر علی صاحب کو بھی خدمت کی توفیق مل چکی تھی اور ان کی قبر بھی یہیں تھی، وہیں دفن ہوئے تھے مولوی نذیر علی صاحب۔ سیرالیون پہنچتے ہی سب سے پہلے اپنے والد کی قبر پر حاضر ہوئے۔ اس وقت موصوف نے اپنے والد کے وہ الفاظ یاد کیے جو مکرم مولانا نذیر علی صاحب نے 26؍ نومبر 1945ء کو اپنی ایک روح پرور تقریر میں کہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آج ہم خدا تعالیٰ کے لیے جہاد کرنے اور اسلام کو مغربی افریقہ میں پھیلانے کے لیے جا رہے ہیں۔ موت فوت انسان

کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ دنیا کا کوئی دور دراز حصہ ہے جہاں تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے۔ احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس تک پہنچیں اور اس مقصد کو پورا کریں جس کی خاطر اس زمین پر ہم نے قبروں کی شکل میں قبضہ کیا ہوگا۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تھوڑی سی زمین ہے احمدیت کی جہاں ایک احمدی مبلغ کی قبر ہے اور اس قبر کی وجہ سے اس زمین پر اس کا قبضہ ہے۔ پس ہماری قبروں کی طرف سے یہی مطالبہ ہوگا کہ اپنے بچوں کو ایسے رنگ میں ٹریننگ دیں کہ جس مقصد کے لیے ہماری جانیں صرف ہوئیں اسے وہ پورا کریں۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے مولانا مبارک نذیر صاحب وہاں پہنچے اور اپنے والد کی قبر پر حاضر ہو کر کہا کہ لبیک میں حاضر ہوں اور آپ کی پکار کا جواب دینے کے لیے آیا ہوں۔

سیرالیون کے مختلف مقامات میں آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر 1985ء میں پاکستان واپس آ گئے۔ 1985ء میں جب افریقہ سے واپس آئے تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں انہوں نے عارضی کی بجائے مستقل زندگی وقف کرنے کی درخواست دی جسے حضور نے قبول فرمایا اور پھر 1988ء میں ان کو بطور مبلغ کینیڈا بھجوایا گیا جہاں پہ مختلف جگہوں پر مبلغ کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ 2003ء میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ جامعہ کینیڈا کھولا جائے جس کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دے دی تھی اور پرنسپل کے طور پر ان کی تقرری بھی کی تھی لیکن جامعہ کھلا نہیں تھا ان کی زندگی تک۔ جو بعد میں پھر میرے وقت میں کھلا اور پھر میں نے بھی اسی کی توثیق کر دی جو حضرت خلیفہ رابعؒ نے ان کو مقرر کیا تھا کہ پرنسپل یہی رہیں گے۔ بہرحال یہ جامعہ احمدیہ کینیڈا کے پہلے پرنسپل تھے۔ پھر 2009ء تک انہوں نے جامعہ میں بطور پرنسپل خدمت کی۔ 2010ء میں مشنری انچارج کینیڈا کی خدمت پر ان کو میں نے مقرر کیا اور 2018ء تک ان کو بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔ کُل عرصہ خدمت ان کا انسٹھ سال پر محیط ہے۔ عارضی وقف بھی اُن کا مستقل وقف ہی تھا۔ اسی طرح مولانا صاحب کو بطور مرکزی نمائندہ کئی جلسوں اور پروگراموں میں شرکت کی توفیق ملی اور ان کی تقریریں اپنے اور غیر بہت پسند کیا کرتے تھے، بہت اثر کرنے والی تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ سننے والوں کو بالکل اپنی طرف کھینچ لیا کرتے تھے۔ 2016ء میں ان کو میری نمائندگی میں گوئٹے مالا میں نور ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنے کی بھی توفیق ملی۔ پھر ان کے تبلیغی مضامین بھی شائع ہوتے تھے کینیڈا کے نیشنل نیوز، ٹورنٹو سٹار اور آٹوا سٹیزن جیسے اخبارات میں شائع ہوتے تھے۔ مولانا مبارک نذیر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب تجلیات الٰہیہ اور فتح اسلام کا انگریزی ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ پھر گلف کرائسز جو حضرت خلیفہ رابعؒ کی کتاب تھی اس کا بھی انہوں نے ترجمہ کیا۔

ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ امۃ الحفیظ نذیر صاحبہ اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ یہ بہت سی خصوصیات کے حامل تھے اور ایک مثالی واقف زندگی تھے اور مربیان کے لیے خاص طور پر ایک نمونہ تھے۔ ان کی زندگی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی ایک عملی تصویر تھی۔ ہمیشہ جماعت کی خدمت کی اور خلیفہ وقت کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنایا۔ جیسا کہ میں نے کہا فن تقریر میں بھی مہارت رکھتے تھے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں بڑے قادر الکلام تھے۔ بہت پُراثر تقریریں ہوتی تھیں۔

ان کی اہلیہ امۃ الحفیظ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ساری زندگی بہت نیکی اور تقویٰ کے ساتھ انہوں نے بسر کی۔ جماعت کے ایک ایک پیسے کا درد رکھتے تھے اور اپنی زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ سیرالیون چھوڑنے کے بعد بھی وہاں کے بہت سے غرباء کی مدد مستقل طور پر خاموشی سے کرتے۔ کہتی ہیں میں اس بات کی گواہ ہوں کہ وہ بہترین واقف زندگی کے ساتھ ساتھ بہترین خاوند اور نہایت شفیق باپ بھی تھے۔ ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہے کہ جماعت مجھ پر اتنا خرچ کر رہی ہے تو میں کس طرح فائدہ پہنچا سکتا ہوں۔ اکثر اس بات کو بھی دہراتے تھے کہ میں خلیفۂ وقت کی ناراضگی کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

ان کے بچوں کے بھی تاثرات ہیں ساروں نے اکثر یہی لکھا ہے کہ والد صاحب کا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر بڑا پکا ایمان تھا۔ خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت پر پختہ یقین تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پر بہت زیادہ توکل تھا اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں چھوڑے گا اور ہمیشہ میری مدد کو آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی ان سے یہی تھا۔ مالی تحریکات کے لیے جہاں بھی جاتے، بعد میں جب مشنری انچارج تھے اس وقت بھی امیر صاحب جہاں بھی بھیجتے تھے یا اس کے علاوہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی جب ان کی طبیعت خراب ہوئی ہے کبھی کبھی ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا، جہاں بھی یہ جاتے تھے مالی قربانی کی تحریک کرتے تھے اور لوگوں کو اثر ہوتا تھا۔ اس لیے کہ پہلے خود اس میں حصہ ڈالتے تھے پھر باقی جماعت کو تلقین کرتے تھے۔

ان کی بڑی بیٹی کہتی ہیں کہ خلافت احمدیہ کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ ہمیشہ ہم میں نظامِ جماعت کی محبت اور احترام پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ہم ہمیشہ خلیفۃ المسیح کی ہر ہدایت پر عمل کریں۔ کہتی ہیں کہ شاذ ہی کوئی ایسی مجلس ہوتی تھی جس میں ان باتوں کی تلقین نہ کرتے۔ پھر پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں جب بھی اکٹھے ہوتے تو ان سب کو پتا تھا کہ ہمیں بٹھا کر آپ نصیحت کریں گے اور نصیحت میں ہمیشہ یہ پیغام ہوتا تھا کہ ہمیں دنیاوی مشاغل میں نہیں پڑنا چاہیے، ہمیں ہمیشہ اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ اور خلافت سے ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ ہمیں بتاتے تھے کہ جماعت کا کام تو مکمل ہو کر رہے گا اس میں تو کوئی شک نہیں اگر آپ لوگ جماعت کی خدمت نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اَور لوگوں کو اس سے بہتر کام کرنے کے لیے لے آئے گا۔

پھر ان کی چھوٹی بیٹی ایک واقعہ لکھتی ہیں کہ سیرالیون میں ایک مسجد کی تعمیر کے وقت جب مزدوروں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا، تعمیر ہو رہی تھی، پیسے ختم ہو گئے، اس وقت والد صاحب کے پاس دینے کے لیے رقم موجود نہیں تھی تاہم مولانا مبارک نذیر صاحب نے ان سے کہا کہ وہ کل آئیں تو ان کو ان کی تنخواہ دے دیں گے، جو اجرت ہے وہ دے دیں گے۔ جب صبح ہوئی اور مبارک نذیر صاحب اپنے گھر سے باہر نکلے تو دیکھتے ہیں کہ مزدور تو سامنے کھڑے انتظار کر رہے ہیں اور پیسے کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اس پر انہوں نے مزدوروں سے کہا کہ ابھی میرے پاس پیسے نہیں ہیں لیکن میں دعا کر رہا ہوں تھوڑا سا انتظار کرو۔ ان شاء اللہ جلد اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا۔ اسی دوران کہتے ہیں ایک گاڑی تیزی سے ان کے پاس آئی اور ان کو ایک لفافہ دیا جس میں رقم تھی اور ان سے کہا کہ کسی شخص نے سنا تھا کہ آپ مسجد بنا رہے ہیں اس لیے اس نے یہ پیسے بھجوائے ہیں، یہ آپ رکھ لیں۔ اس سے پہلے کہ والد صاحب اس سے پوچھتے کہ کس نے پیسے دیے ہیں وہ گاڑی لفافہ دے کے تیزی سے چلی گئی۔ کہتے ہیں ان کو اس بات پر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی ہے۔ اس طرح انہوں نے مزدوروں کو رقم ادا کر دی۔

تو یہ تھا ان کا اللہ تعالیٰ پر توکّل اور پھر اللہ تعالیٰ کا ان سے سلوک بھی۔ اس قسم کے توکّل اور اللہ تعالیٰ کے ان کے ساتھ سلوک کے بے شمار واقعات ہیں جو لوگوں نے لکھے ہیں مختلف لوگوں نے مربیان نے بھی لکھے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یقیناً وہ ایک عالم باعمل تھے اور اسی لیے ان کی تقریروں کا لوگوں پر اثر بھی بہت ہوتا تھا لیکن خلافت کے سامنے ان کی عاجزی کی انتہا تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی اولاد اور نسل کو ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ان کی دعاؤں کا ان کی اولاد کو وارث بنائے، نسل کو وارث بنائے اور اللہ تعالیٰ جماعت کو بھی ان جیسے بے لوث خدمت کرنے والے عطا فرماتا رہے۔ خاص طور پر جامعہ کینیڈا کے جو پڑھے ہوئے مربیان ہیں انہوں نے ان کے ساتھ بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ کس طرح وہ تربیت کرتے تھے، کس طرح انہوں نے تبلیغ کرنا سکھایا، کس طرح اخلاق سکھائے، کس طرح دین سکھایا۔ بہرحال ان مربیان نے بہت فیض پایا۔ تو یہ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ واقعات صرف یاد رکھنے کے لیے یا بیان کرنے کے لیے نہ ہوں بلکہ ان مربیان کو بھی ان چیزوں کا عملی نمونہ بننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 08؍اپریل 2022ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

نیکی تم پوری فرمانبرداری سے کرتے ہو دل نہیں بھی چاہ رہا ہو تو کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج پیدا کرے گا۔ بعض کے نزدیک فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا کا یہ بھی مطلب ہے کہ کوئی کام نفلی طور پر بھی تم کرتے ہو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ دونوں مطلب اس کے ہیں یعنی نفلی طور پہ زائد فدیہ دے دیا یا ایک کے بجائے دو مسکینوں کو کھلا دیا یا پتا ہونے کے باوجود کہ آج روزہ کسی وجہ سے نہیں رکھ سکا کل رکھ لوں گا پھر بھی فدیہ دے دیا تو یہ زائد نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکیوں کے اجر دیتا ہے خواہ وہ اپنے پر بوجھ ڈال کر کی جائیں یا نفلی نیکیاں کی جائیں، خوشی سے کی جائیں۔ اس آیت کے آخر میں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تمہارے لیے روزے رکھنا ہر لحاظ سے تمہارے لیے بہتر ہے۔

(خطبہ جمعہ 10 مئی 2019ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حنیف احمد محمود ۔ برطانیہ

چند امرائے جماعت کا ذکر خیر

خاکسار نے ارشاد نبویؐ اُذکُرُوا مَحاسِنَ مَوتاکُم (بحار الانوار جلد 72 صفحہ 239) کے تحت اپنے بزرگ مرحومین کے ذکر خیر کی اشاعت کا سلسلہ روزنامہ الفضل میں عنوان وائز شروع کیا ہے۔ روزنامہ 2 جولائی 2021ء کے شمارہ میں ان مرحوم بزرگ اساتذہ کا ذکر خیر ہے جن سے خاکسار نے جامعہ احمدیہ کی تعلیم کے دوران کسب علم حاصل کیا۔ اس کی دوسری قسط مورخہ 6 نومبر 2021ء کو بعنوان "بعض مرحوم افسران کا ذکر خیر" کے نام سے شائع ہوئی۔ جن میں ان بزرگ ناظران کا ذکر تھا۔ جن سے علمی و انتظامی فیض سے اپنی زندگی کو خاکسار نے آراستہ کیا۔ آج اس سیریز کی تیسری قسط بعنوان "چند امرائے جماعت کا ذکر خیر" پیش ہے۔ جن میں پاکستان میں مختلف مقامات پر خدمت دین بجالاتے ہوئے ان شہروں کے امرائے جماعت سے واسطہ پڑا۔ ان سے روابط ہوئے اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کر خدمت کرنے کا موقع ملا۔ خاکسار قسط 2 میں اپنے ان جذبات تشکر کا اظہار کر آیا ہے کہ خاکسار کو اپنے 44 سالہ دور خدمات دینیہ میں جن افسران، اساتذہ اور ایسے امراء جن کے ساتھ مل کر خدمت بجا لانے کی توفیق ملی سے واسطہ پڑا وہ ہمدرد، شفیق اور محبت کرنے والے اور ایک مربی کی عزت کرنے والے تھے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

پاکستان میں فیلڈ کے دوران صرف پانچ مقامات بدوملہی، پیر محل، لاہور، پشاور اور اسلام آباد میں خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ آخری تین جگہوں پر تو مربی ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ اس عرصہ میں خاکسار کا آٹھ امراء سے تعلق رہا۔

مکرم خواجہ عبدالغنی
امیر جماعت ہائے حلقہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

خاکسار کی پہلی تقرری جون 1978 میں ضلع سیالکوٹ کی ایک بہت بڑی جماعت بدوملہی میں ہوئی۔ مجھے اس بڑی جماعت میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ اس جماعت کے امیر جہاں لوکل جماعت کے امیر ہوتے تھے وہاں بدوملہی جس میں اس وقت 20،22 جماعتیں ہوتی تھی اور امیر حلقہ بھی کہلاتے تھے۔ میری جس دن بدوملہی حاضری تھی۔ظہر کا وقت تھا۔ نماز کے لئے ایک چھوٹے قد کے سادہ طبیعت کے مالک، تہمند پہنی ہوئی ایک رعب دار شخصیت جن کے چہرے پر ایک مخصوص طرز کی مسکراہٹ نمایاں تھی۔ نماز کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ اپنی دکان سے اٹھ کر مین بازار سے گزر کر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد احمدیہ تشریف لاتے تھے۔ بازار سے احمدی احباب سے آپ میری آمد کی اطلاع پا چکے تھے۔ آتے ہی وضو کر کے صحن میں قدم رکھتے ہی بلند آواز سے السلام علیکم مربی صاحب کہہ کر ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ اھلاً وسہلا و مرحبا کہا اور فوری طور پر خدام کو مربی ہاؤس (جو مسجد سے ایک ملحقہ کمرہ تھا) کو صاف کرنے اور سامان رکھنے کا حکم فرمایا اور نماز کے بعد خاندانی تعارف حاصل کیا۔ یہ تھا خاکسار کے ساتھ موصوف کا پہلا تعارف۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلق مضبوط ہوتا گیا۔میرے ایک کلاس فیلو آپ کے داماد بن گئے جن کی وجہ سے یہ تعلق مزید مربوط ہوگیا۔ آپ طبیعت کے گو غصیلے تھے۔ آواز بہت رعب دار تھی۔ مگر غصے کا اظہار کر کے جلد ہی نارمل طبیعت میں آجاتے اور چہرے پر ہنسی کے آثار نمایاں ہوتے۔ تہجد گزار، دعا گو وجود تھے۔ نماز بھی گریہ وزاری سے ادا کرتے۔ مربی کے کام سے خوش ہوتے اور حوصلہ بڑھاتے۔ مربّی کی عزت و وقار کا بہت خیال رکھتے۔ غیبت کی عادت نہ تھی۔ کسی کی بات دوسرے سے نہ کرتے اور جماعتی رقوم بہت احتیاط سے خرچ کرتے۔

اپنی دکان پر فارغ اوقات میں الفضل کا مطالعہ کرتے اور اپنے گاہکوں کو پڑھ کر بھی سنایا کرتے۔ ہر وقت آپ کے ہونٹ تسبیح و تحمید، استغفار اور درود شریف پڑھنے سے ہلتے رہتے تھے۔ آپ کو بعض سچی خوابوں بھی آیا کرتیں تھیں۔

مکرم رفیع الدین بٹ۔ امیر جماعت ہائے احمدیہ حلقہ بدوملہی

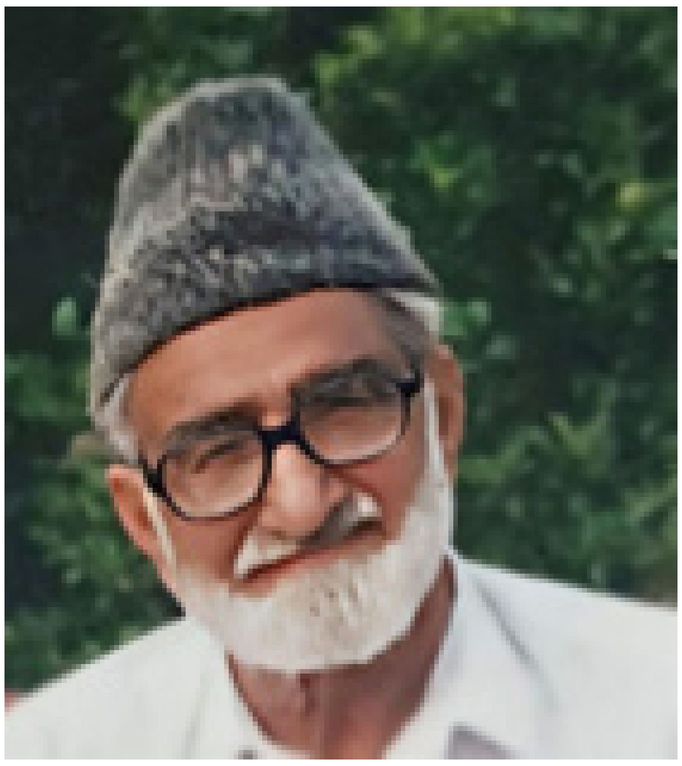

مکرم خواجہ عبدالغنی صاحب کی وفات کے بعد بدوملہی جماعت کے امیر مکرم رفیع الدین بٹ مقرر ہوئے۔ آپ CMA میں ملازم تھے اور ریل گاڑی پر روزانہ لاہور JOB پر جاتے تھے۔ بہت نرم مزاج، صاحبِ علم تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کر رکھا تھا اور ان کتب سے حوالے بھی دیا کرتے تھے۔ ایک بہت بڑی جماعت ہونے کے ناطے آپ کی کوشش ہوتی کہ ہر احمدی سے رابطہ رکھا جائے۔شام دفتر سے واپسی پر سیدھے مسجد میں آ کر نماز مغرب ادا کرتے اور احباب سے رابطہ کرتے۔ جن کے گھروں میں جاتے دھیمی آواز سے بات کرتے اور دھیمی طبیعت کے مالک تھے۔ ہر ایک بات تحمل سے سنا کرتے۔ مربیان کی بہت عزت کرتے ان کی ضروریات کا بہت خیال رکھتے چونکہ اس وقت مربی ہاؤس Proper تو تھا نہیں۔ مربی ہاؤس کرایہ پر تھا جس میں آپ نے ضرورت کی اشیاء ڈلوائیں۔ جماعت کی رقوم کا اس حد تک خیال رکھتے تھے کہ گرمیوں کے دنوں میں مربی ہاؤس میں پنکھے کی ضرورت تھی۔ بدوملہی کا بازار بہت بڑا ہے اور ضرورت کی ہر چیز میسر ہوتی ہے۔ مگر آپ چند روپوں کی رقم بچانے کی خاطر لاہور سے پیڈسٹل پنکھا بڑھاپے کی عمر میں خود اٹھا کر لائے اور مربی ہاؤس میں پہنچایا۔ خاکسار کے اباجان بھی محکمہ CMA میں افسر تھے۔ مکرم بٹ صاحب موصوف اباجان کے کولیگ بھی رہے۔ آپ سے محبت کا تعلق اس ناطے بڑھا۔ آپ جماعتی رقوم کے امین رہے۔

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان مرحوم
امیر جماعت لاہور وضلع

خاکسار جب 1990 میں سیرالیون مغربی افریقہ میں خدمات بجالا کر پاکستان واپس آیا تو میرا تقرر لاہور دارالذکر گڑھی شاہو میں ہوا۔ اس وقت آپ مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر تھے۔ میں نے اپنی تقرری کا خط انچارج دفتر امارت لاہور مکرم نذیر احمد راجوری کو دیا تو تھوڑی دیر بعد امیر صاحب مرحوم کا پیغام ملا۔ وہ یہ تھا کہ

"خوش آمدید۔خطبہ دینا مربی کا کام ہے۔ میں نے جب خطبہ دینا ہوگا بتا دیا کروں گا"

پھر میں نے ساڑھے سات سالہ عرصہ میں دیکھا کہ مربی کے کام میں ذرا بھر مداخلت نہیں۔ آپ بہت کم خطبہ دیا کرتے تھے اور مسجد دارالذکر کے محراب میں بیٹھ کر خطبہ سنتے تھے۔ جب کبھی آپ کا خطبہ دینے کا ارادہ ہوتا تو مکرم میجر عبداللطیف صاحب مرحوم نائب امیر کی طرف سے پیغام

ملتا کہ " آج امیر صاحب آ رہے ہیں " گویا کہ خطبہ دیں گے۔ حالانکہ وہ دارالذکر میں ہر جمعہ پڑھتے تھے۔ آپ قادر الکلام شخصیت تھے۔ فی البدیہہ نپا تلا مختصر کلام کرتے۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر بولتے گویا کہ سامعین کو مضمون ساتھ کے ساتھ سمجھا کر آگے بڑھتے۔ آپ کی تقریر دلوں پر اثر کر رہی ہوتی۔ آپ بہت بارعب شخصیت تھے۔ بہت مدبر، فراست رکھنے والے، دور اندیشی سے کام لینے والے، زیرک، معاملہ فہم اور سمجھدار تھے۔ آپ سامنے کم آتے مگر جماعت پر پورا ہولڈ رکھنے والے تھے اور باخبر رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے تمام حلقوں کا دورہ شروع کیا تا احباب سے روابط بڑھیں اور ان کی مشکلات کا علم ہو۔ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ایک خوبی جس کی آج کے دور میں بہت ضرورت ہے اور میں مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب کے ذکر خیر میں بھی لکھ آیا ہوں۔ زندگی میں مجھے ان دو آدمیوں نے اس خوبی کے حوالے سے خوب متاثر کیا۔

اور وہ غیبت اور چغلی سے پرہیز تھا۔ آپ کسی کی کمی، کمزوری کو یا کسی نے کوئی بات کی ہو کسی دوسرے سے نہ کرتے۔ اس خوبی کی آج بہت پرچار کی ضرورت ہے۔

مکرم میجر (ر) عبداللطیف۔ نائب امیر لاہور

آپ فوج سے ریٹائرڈ ہونے کی وجہ سے مزاجاً سخت طبیعت کے مالک تھے مگر کام کو منظم طریق سے کرنے کی مہارت رکھتے تھے اور ایک ڈسپلنڈ آدمی تھے۔ آپ سے جو پہلی دفعہ ملتا اسے سخت طبیعت کا ہی پیغام جاتا مگر دل کے نرم تھے اور مہمانوں کی دیکھ بھال کی طرف خصوصی توجہ دیتے اور بار بار سیکرٹری صاحب ضیافت سے پوچھتے رہتے۔ قادیان جلسہ سالانہ پر جانے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت اور رہائش بہت بڑا مرحلہ ہوتا تھا جس کی نگرانی فرماتے آپ روزانہ اپنی گاڑی پر باقاعدگی سے بلا ناغہ دفتر دارالذکر آتے۔ آپ صبح 9 بجے دارالذکر پہنچ جاتے اور ظہر کی نماز، باجماعت ادا کر کے جاتے۔ عمر کے اس حصہ میں جب آپ کے لئے ڈرائیونگ کرنا مشکل ہوگیا تب جماعت کی گاڑی پر آپ آتے۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنی کوٹھی واقع شالی چھاؤنی جماعت کے لئے وقف کر دی تھی۔ جہاں نمازیں ہوتی رہیں اور کچھ حصہ میں مہمان خانہ بھی بنا دیا گیا۔ آپ نے بے شمار دفعہ قائمقام امیر کے فرائض بھی ادا کئے۔ دیانت دار افسر تھے۔ جماعت کی رقوم کی بہت حفاظت فرماتے اور احتیاط سے خرچ کرتے۔

مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان
نائب امیر لاہور

آپ ایک معزز فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بھتیجے تھے آپ بیرسٹر تھے اور صاحب الرائے تھے۔ خاموش رہتے تھے مگر جب مشورہ مانگا جاتا تو بہت Solid مشورہ دیتے۔ آپ صاحب علم تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب کا مطالعہ آپ کا خاص شغف تھا تاریخ لاہور کا خاص علم رکھتے تھے۔ وکالت کے شعبہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے جماعت میں میاں بیوی کے درمیان ناچاقیوں کے کیسز آپ ڈیل کرتے تھے۔ چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔ دفتر میں روزانہ تشریف لاتے اور ظہر کی نماز باجماعت ادا کر کے واپس جاتے۔ آپ نائب امیر دوم تھے۔ نائب امیر اول سے بعض اوقات اختلاف ہو جاتا مگر جب نائب امیر اول کوئی فیصلہ کر دیتے تو بخوشی قبول فرماتے۔ آپ 28 مئی 2010ء کے واقعہ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔

مکرم ارشاد احمد خان۔ امیر ضلع پشاور

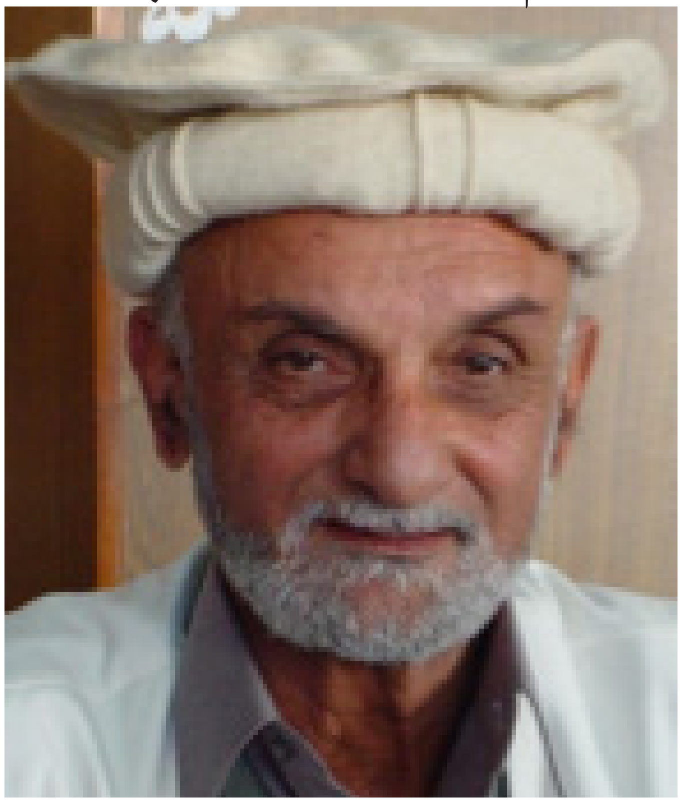

مجھے آپ کے ساتھ بہت مختصر عرصہ کام کرنے کا موقع ملا۔ یعنی صرف 7 ماہ مگر خاکسار نے آپ کو بہت سی خوبیوں اور صلاحیتوں کا مالک پایا۔ آپ پیشہ کے اعتبار سے انجینئر تھے مگر قادر الکلام تھے۔ اپنا مافی الضمیر بہت خوبصورتی سے اردو اور پشتو زبان میں یکساں طور پر ادا کرتے تھے۔ سوال و جواب کی محفلوں میں خوشی سے شامل ہو کر جوابات دیتے۔ گویا علمی شخصیت تھے آپ کے ہاتھ میں ہمیشہ چمڑے کا بیگ ہوتا جس میں کوئی نہ کوئی کتاب جس میں زیادہ تر روحانی خزائن ہوتی، ہمیشہ رہتی اور اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔شلوار قمیض اور ویسٹ کوٹ کے ساتھ نظر آتے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ مسجد کے اندر دریوں میں بیٹھ کر کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے حتیٰ کہ عاملہ میٹنگز بھی دریوں پر ہی ہو جاتیں۔ چونکہ پشاور ضلع کا امیر خیبر پختونخواہ کی دور دور کی جماعتوں کی بھی نمائندگی کرتا تھا۔ اس لئے آپ ان سے بھی روابط رکھتے۔ دورے کرتے مجھے بھی دور کے علاقوں میں انکے ساتھ دورے کرنے کی توفیق ملی۔

مکرم منیر احمد فرخ۔ امیر جماعت اسلام آباد

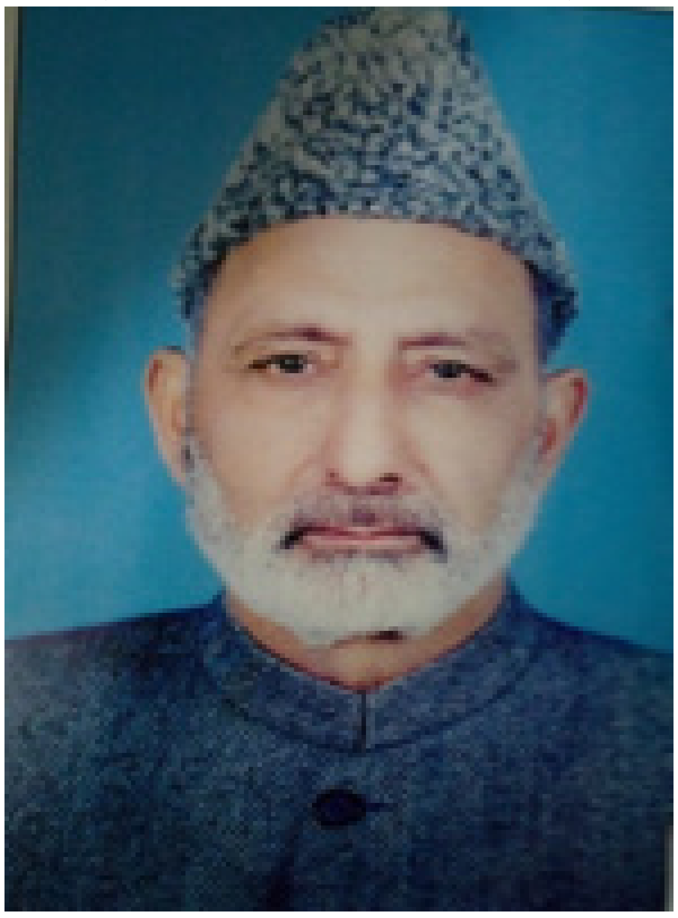

خاکسار کو اپنی پوری سروس میں میدان عمل میں مکرم منیر احمد فرخ صاحب مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا بہت مزا آیا۔ خاکسار نے آپ سے بہت کچھ سیکھا بھی۔ آپ پیشہ کے اعتبار سے انجینئر تھے اور PTCL کے ساتھ منسلک تھے۔ آپ کو تربیتی نکتہ نگاہ سے نت نئے خیال اور زاویے سوچنے کا ملکہ حاصل تھا۔ ذہن بہت زرخیز تھا۔ قوت فیصلہ بھی بہت تھی۔ جو کام کرنا ہوتا ایک دو سے مشورہ کر کے فوراً شروع کروا دیتے اور بعد میں مجلس عاملہ میں رکھ کر منظوری لیتے۔ جہاں آپ کے دور میں مختلف جماعتی کاموں کو وسعت ملی وہاں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے کاموں کی تکمیل کے لئے رقوم بھی عطا کیں اور آپ کا بنایا ہوا کوئی پروگرام مالی دشواریوں کے باوجود نہیں رکا۔

خاکسار نے 1999 میں جب مربی ہاؤس کا چارج سنبھالا۔ تو آپ اس وقت حاضر سروس تھے اور شام کو دفتر بیت الذکر حاضر ہو کر ڈاک دیکھا کرتے تھے۔ اور جماعتی امور نپٹاتے۔ مگر جب سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی تو پھر ہمہ وقت اپنے آپ کو جماعتی کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ صبح تو باقاعدگی سے دفتر آنا شروع کر دیا اور کبھی کبھار شام کو بھی آجاتے۔ آپ چونکہ انجینئر تھے اس لئے تعمیراتی کاموں کی طرف آپ کی بہت توجہ رہی۔ اتنی بڑی اور پرانی جماعت ہونے کے باوجود مرکزی مسجد میں مربی ہاؤس نہیں تھا چونکہ خاکسار کو بھی روزانہ دفتری

امور کے لئے G-8 سے مسجد آنا پڑتا تھا۔ میں نے بھی مربی ہاؤس کی تعمیر کی درخواست کی تو مجھے کہنے لگے کہ ہاں ہاں دو مربی ہاؤسز کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ ذرا انکلوائیں دیکھتے ہیں۔ میں نے اس وقت کے محرر محمد اقبال صاحب سے نقشے طلب کئے تو انہوں نے مجھے دیتے ہوئے کہا کہ مربی صاحب!۔"اے نقشے کئی واری نکلے اور کئی واری اندر گئے"

میں نے انہیں مخاطب ہو کر کہا کہ ان شاء اللہ اب واپس اندر نہیں جائیں گے۔ میں نے سب سے پہلے خود غور سے نقشے دیکھے۔ جو فلیٹ نما چھوٹے چھوٹے دو گھروں پر مشتمل تھے۔ میں نے آپ کو نقشے دیتے ہوئے درخواست کی کہ دو کی بجائے ایک ہی مربی ہاؤس بن جائے تو بہتر رہے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی بڑی فیملی والے مربی صاحب کا بھی تقرر ہو جائے۔ آپ نے میری اس گذارش سے اتفاق کرتے ہوئے نائب امیر مکرم ظفر اقبال قریشی صاحب کو بڑے اور وسیع مربی ہاؤس کے نقشہ کی تیاری کی ہدایت فرمادی اور احاطہ بیت الذکر میں تعمیراتی کاموں کا آغاز بھی مربی ہاؤس اور گیسٹ ہاؤس سے ہوا اور اب عالی شان مربی ہاؤس موجود ہے جس کا پہلا مکین خاکسار تھا۔ بعد ازاں غسل خانے اور ان کی بالائی منزل میں دفاتر بشمول مربی دفتر، پھر دفتر امیر و نائب امیر اور میٹنگ رومز اور پھر مسجد کی توسیع یہ آپ کے کارہائے نمایاں میں شامل ہیں۔ آپ اسلام آباد کے پانچویں امیر تھے اور پندرہ سالہ دور امارت میں ایسے ایسے کام کر گئے کہ اپنا نام امر کر گئے۔

علمی و تربیتی کاموں کی طرف آنے سے قبل تعمیراتی کاموں کے حوالہ سے ایک تربیتی نکتہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ مکرم سید تنویر مجتبیٰ صاحب کے اکلوتے بیٹے سید منور مجتبیٰ مرحوم کی امریکہ میں کار حادثہ میں وفات کے بعد آپ نے اپنے اس بیٹے کے نام سے منور کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر کے نام سے ایک انسٹی ٹیوٹ بنانے کا ارادہ کیا تو مکرم امیر صاحب نے اس کے لئے الگ سے عمارت کا ایک حصہ الاٹ فرما کر افتتاحی تقریب کے لئے اس وقت کے ناظر اعلیٰ مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو دعوت دی۔ آپ جب پورا معائنہ کرنے کے بعد فنکشن کی جگہ (یعنی مسجد کے مین ہال کی طرف بڑھے) تو برآمدہ میں ناظر صاحب اعلیٰ (حضور) نے پہنا ہوا جوتا اتارنے کی کوشش فرمائی تو امیر صاحب نے عرض کی کہ میاں صاحب! ہم اس برآمدہ کو مسجد کا حصہ نہیں سمجھتے تو ناظر صاحب اعلیٰ (حضور) نے فرمایا!

"میں تو سمجھتا ہوں اس لئے جوتا اتار کر جاؤں گا آپ نہ سمجھیں تو الگ بات ہے"

آپ کے ذہن کی ایک خوبی یہ تھی کہ احاطہ مسجد کے اندر تعمیراتی کاموں میں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑی۔ اس کو درست مصرف میں لائے اور گیسٹ ہاؤسز اور مہمان خانے اور رہائش گاہیں بنا دیں۔ آپ کہا کرتے تھے کہ یہ دارالخلافہ ہے احمدی احباب ویزہ اور سیر و سیاحت کے لئے جبکہ طلبہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ انکے لئے رہائش کا وسیع انتظام ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے آپ نے G-10 گیسٹ ہاؤس میں بھی وسعت کروائی۔ جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ جماعت کے ہر سیکرٹری، ذیلی تنظیموں کے تمام پروگرامز میں اپنی طاقت سے بڑھ کر تعاون فرماتے۔ میں نے بے شمار تربیتی پروگرام بنا کر آپ کو پیش کیے ہمیشہ Go ahead کا ہی اشارہ ملا۔مشورہ بھی دیا اور مالی معاونت بھی فرمائی۔مثلاً مکرم محمد عبدالرؤف ریحان صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کے تعاون سے خاکسار نے تبرکات کی نمائش کا اظہار فرمایا تو دل کھول کر تعاون فرمایا۔مکرم سید تنویر مجتبیٰ صاحب سیکرٹری تعلیم القرآن کی معاونت سے قرآن نمائش کے اظہار پر نہ صرف خوشنودی کا اظہار کیا بلکہ ہر قسم کا تعاون فرمایا۔علمی محافل کے انعقاد کے پروگرام پر بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مہمانوں کے لئے کھانوں کا انتظام بھی کرتے رہے۔

لائبریری کا منصوبہ یہ کہہ کر پیش کیا کہ دارالخلافہ ہے یہاں جماعت کی بڑی لائبریری ہونی چاہیے۔ تو اسے خوشی سے قبول کیا اور زیر تعمیر عمارت میں نقشے میں معمولی تبدیلی کر کے ایک وسیع ہال لائبریری کے لئے مختص کر دیا۔ بعد ازاں کتب کی دستیابی کے لئے وسیع رقم مختص کر دی ہے۔

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے لئے مرکز سے حفاظ بلانے کی بات کی تو کہنے لگے منگوالیں اور خود ان کی رہائش مختص کرنے کے لئے مسجد کی مختلف جگہوں کا معائنہ کیا تا ہر طرح کی سہولت میسر آسکے۔

G-10 گیسٹ ہاؤس میں دوسرے حافظ قرآن کی رہائش دیکھنے کے لئے خاکسار کو ساتھ لے کر گئے۔ جماعتی نیوز لیٹر ہر ماہ شائع کرنے کی بات کی تو اسے قبول کر لیا۔ ایک دفعہ اطفال و ناصرات میں علمی مقابلہ جات کروانے کا پروگرام بنام بمپر پرائز پیش کیا کہ یوں احمدی بچوں اور بچیوں کی علمی استعدادوں میں اضافہ ہوگا تو اسے نہ صرف منظور فرمایا بلکہ کہا کہ اگر بائیک اور سونے کے بُندے خریدنے میں مشکل پیش آئے تو مجھے بتا دیں۔گھٹیالیاں اور تخت ہزارہ میں جب شہادتیں ہوئیں تو دو گروپس جماعتی نمائندگی میں تعزیت کے لئے تشکیل دے کر خاکسار کو گھٹیالیاں اور مکرم رانا رفیق احمد صاحب کو تخت ہزارہ کے گروپس کا انچارج مقرر فرما کر کہنے لگے کہ راستے میں بھوکا نہیں رہنا۔کھانا وغیرہ کھالیں۔آپ کے دور میں کتب کی اشاعت بھی بہت ہوئی۔ خاکسار کی 7 کے قریب کتب لجنہ اماء اللہ کے تحت شائع ہوئیں جن میں 700 احکام خداوندی بھی شامل ہے۔ اس سلسلہ میں مکرمہ آپا ذاکرہ ناصر، صدر لجنہ ضلع نے بہت تعاون فرمایا۔ اس کے علاوہ میں نے جماعتی سطح پر جب بعض کتب کے منصوبے پیش کئے تو فوراً منظور فرما کر آگے بڑھنے کو کہا جن میں تجہیز و تکفین کے متعلق ایک کتاب تھی۔ اس کے دو ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ بعد ازاں سویڈن جماعت نے اس کا سویڈش ترجمہ کر کے کچھ تبدیلیوں کے ساتھ اپنے ہاں بھی شائع کر دیا۔

الغرض لکھنے کو تو اور بھی بہت کچھ ہے مگر طوالت کے ڈر سے بچتے ہوئے صرف اتنا عرض کروں گا کہ ایک دیانت دار افسر تھے۔ کام اور اپنی ذمہ داری کا بھی پورا حق ادا کرتے۔ سرکاری دفاتر میں ایک احمدی دیانت دار افسر کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ دعا گو، ہر ایک سے محبت کرنے والے تھے۔ رقت بہت جلد آپ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مکرم ظفر اقبال قریشی۔ نائب امیر اسلام آباد

ربع صدی کے قریب آپ کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی جس میں بطور نائب امیر نمایاں ہے۔ آپ مسلسل روزانہ ہی بیت الذکر میں اپنے دفتر تشریف لاتے نہ سردی دیکھی نہ گرمی نہ آندھی اور نہ طوفان۔ میں جب 1998ء میں اسلام آباد آیا تو میں نے اپنے دفتر آنا شروع کیا تو آپ کو میں نے روز ہی وہاں پایا۔ اس وقت مکرم امیر صاحب سرکاری ملازمت کی وجہ سے صبح نہ آسکتے تھے اس لئے آپ حاضر ہو کر احباب جماعت سے ملاقات کرتے اور ان کے مسائل کا حل فرماتے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ اگر کوئی کام نہیں تو دھوپ میں کرسی بچھا کر بیٹھ جاتے نیشنل اخبار، الفضل اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے اور ظہر کی نماز پڑھ کر جاتے۔

آپ پنجاب گورنمنٹ سے چیف انجنیئر ریٹائرڈ تھے اور بیوروکریٹ تھے طبیعت میں معمولی سختی تھی مگر احباب جماعت کے لئے نرم گوشہ رکھتے۔ بہت زیرک، ذہین، مردم شناس تھے اور صاحب الرائے تھے۔ انگریزی میں ڈرافٹ بہت اچھا تیار کرتے تھے ایمبیسیز و دیگر سرکاری دفاتر میں ڈاک کی جو آمد و رفت ہوتی وہ آپ ہی کی ڈرافٹڈ ہوتی تھی۔موصی تھے حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر چکے تھے خاموش طبع تھے۔مربیان کی بہت عزت کرتے تے چونکہ مہمان نوازی کا شعبہ آپ خود دیکھتے تھے تو مہمانوں کی طرف نظر رہتی ان کی دیکھ بھال کرتے تھے جماعتی رقوم کے محافظ تھے۔ جماعتی رقوم کا استعمال بہت سوچ سمجھ کر کرتے مکرم امیر صاحب ان سے مشورہ بھی کرتے تھے آپ کو خاکسار نے کئی دفعہ امیر صاحب سے اختلاف کرتے دیکھا مگر جب امیر صاحب کوئی فیصلہ کر لیتے تو پھر خاموشی کے ساتھ سمعناواطعنا کی تصویر بن جاتے۔ آپ کسی سے مشورہ کرنے میں بھی عار محسوس نہ کرتے۔ خاکسار سے بارہا مختلف امور میں مشورہ کیا۔ آخری بیماری تک دفتر آتے رہے۔ گھر میں بیگم بیمار ہو گئیں تو اُن کو دفتر ساتھ لے آتے مگر دفتر آنا نہ چھوڑا۔ بیگم کی بیماری میں مکرمہ اہلیہ صاحبہ، مکرم مبارک احمد بھٹی نے ان کی خوب خدمت کی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ

چونکہ مکرم امیر صاحب ہر سال جلسہ سالانہ برطانیہ پر سمعی و بصری کی ڈیوٹی کی خاطر جاتے تو آپ کو قائمقام کا شرف ملتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات پر آپ نے بطور قائمقام جو انتظامات کئے وہ روشن تاریخ سے لکھے جائیں گے۔

جو کچھ خلاصتہً خاکسار مکرم منیر احمد فرخ صاحب کے حوالے سے لکھ آیا ہے ان تمام خدمات میں آپ کا بھی ہاتھ ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرتا رہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ارشد محمود

جلسہ یوم مصلح موعودؓ، جماعت احمدیہ یونان

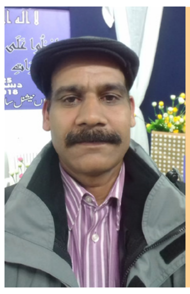

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ یونان کو مورخہ 20 فروری 2022ء بعد از نماز ظہر وعصر بوقت 13:30 پر ایتھنزمشن ہاوس میں جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

جلسہ کی صدارت مکرم ومحترم عطاء النصیر صاحب نیشنل صدر و مربی سلسلہ نے کی۔ جلسہ کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت و ترجمہ میں مکرم ارسلان احمد صاحب نے سورہ الصّف کی آیت نمبر 6 تا 9 پیش کیں۔تلاوت کے بعد دو حدیثوں کا اردو ترجمہ مکرم اسجد اسلام طاہر صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ پیشگوئی مصلح موعود کے الفاظ مکرم عقیل احمد بھٹی صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ یونان نے پیش کئے۔

اس جلسہ کی پہلی نظم کلام محمود سے ''نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے''، مکرم عمران احمد گجر صاحب نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ پہلی تقریر مکرم شعیب محمود صاحب نے پیش کی جس کا عنوان ''پیشگوئی مصلح موعود کا تعارف'' تھا۔ دوسری تقریر مکرم ناصر احمد صاحب نے ''حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قبولیت دعا کے واقعات'' کے موضوع پر پیش کی۔ دوسری نظم: ''خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری'' کلام صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ کے چند اشعار مکرم کلیم احمد صاحب نے پیش کئے۔ اختتامی تقریر انگریزی زبان میں ہوئی جو کہ مکرم عطاء النصیر صاحب مربی سلسلہ نے ''پیشگوئی مصلح موعودؓ کا تعارف'' کے عنوان پر پیش کی۔

14:45 پر صدر مجلس نے دعا کروائی جس کے بعد ظہرانہ پیش کیا گیا۔ جو احباب ایتھنز سے باہر یا دوسرے شہروں میں مقیم ہیں ان کے لئے آن لائن جلسہ سننے دیکھنے کا انتظام بذریعہ زوم کیا گیا۔ جلسہ کی کل حاضری 31 رہی جن میں انصار 10۔ خدام 17 اور 4 لجنہ و ناصرات شامل تھے۔ جلسہ میں ایتھنز، تھیسالونیکی اور یاننا سے احباب جماعت نے شرکت کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

(سنن ابوداؤد، حدیث:2358)

ترجمہ: اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر کھول رہا ہوں۔

یہ سید ومولیٰ، مقدس الانبیاء، پیارے رسول حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روزہ افطار کرنے کی دعا ہے۔

اس دعا کا حدیث کی مختلف کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا کہ روزہ دار کے لئے افطاری کے وقت دعا کا خاص موقع ہوتا ہے۔ اسے یہ دعا کرنی چاہئے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ

(مستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الصوم حدیث: 1535)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو کہ ہر چیز پر حاوی ہے کہ تو میرے لئے میرے گناہ بخش دے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموز بات

روشنی اور وقت کو کبھی روکا نہیں جا سکتا انہیں کبھی روکنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے۔ صرف قبول کر لینا چاہیے، راستہ دے دینا چاہیے اور مٹھی کو کھول دینا چاہیے کیونکہ بند مٹھی میں کوئی کچھ نہیں رکھ سکتا۔

(کاشف احمد)

طلوع وغروب آفتاب

11 اپریل 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:47	18:39
مدینہ منورہ	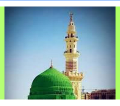	04:44	18:42
قادیان		04:41	18:55
ربوہ		04:21	18:34
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:47	19:52

فقہی کارنر

مومن کے کرنے کے ضروری کام

''اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو، اور ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)